

رسالہ
۱۳۱۱

عباس کا علم ہے قومی نشان ہمارا



لفضیل العباسیؑ شہزادہ
ابو ابراہیمؑ

سالانہ چندہ

قیمت فی پرچہ عمر

ایڈیٹر
حسینی شاعر فضل لکھنوی

انسان کو بیدار اور نوید دینا
اور ایمان لائے گی ہمارے لیے
میں نے یہ کتاب لکھی ہے

بین الاقوامی حیاتیات کی اصل کتاب

بلا تفریق مذہبیت ہمارے علم خیالات و آرا کا مجموعہ

محرران بنائے گئے ہیں دنیا کے ہر شعبہ حیات کے چید نامے جو عقیدت کے پھول نذر کر چکے ہیں ان کا گلہ تہ (مجموعہ)

مرتبہ جناب سید محمد اکبر صاحب سیتا پوری

رسول اسلام، حضرت علی، ازواج رسول، اصحاب رسول، خلفائے راشدین، اصحاب حنین، عثمان غنی، امین، امام حسین، ائمہ اہلبیت، صوفیائے کرام، مورخین و علماء متقدمین و متاخرین اہلسنت علماء اہل تشیع، شاہان بنی امیہ، شاہان بنی عباس، شاہان غلیہ، شاہان اودہ، والیان ملک، راجگان، ہمارا جگان، تعلقداران، ارکان اہلین شکر، آل انڈیا ہندو ہمارا سہا، خلافت کیٹی، آل انڈیا مجلس حرار، شعبہ تعلیمات، وزراء راج، جاگیردار و حکام، ارکان کونسل مذہبی لیڈر اور مشنری، مفکرین و مورخین یورپ اور مشرق محمد علی جناح، مسٹر گاندھی، اینڈت جوہر لال نہرو، ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹاگور، ریڈ ملا ہر سیتا الدین سرتیج ہمارے سرور و سرور سوجنی ناٹھو وغیرہ وغیرہ (امام حسینؑ کے سہنت)

۳۹۲ آراء کا مجموعہ

علامہ ابن عربین جارحوی فرماتے ہیں :- حسین کی ذات عالمگیر بھی ہے اور وقت گیر بھی، ہر ملک اور ہر قوم نے ان پر کلمہ کہا ہے۔ لیکن یہ عقیدت کے پھول اور اشک علم کے قطرے آج سے بچے نہیں رہیں گے۔ محمد اکبر صاحب نے ان پھولوں کا ایک گلہ تہ اور ان قطرات کی ایک بڑی تیار کر لی ہے۔ جسکو حینی دنیا کے نام سے نظامی پریس لکھنؤ حینی برادری کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

۲۰۶۳ء ۳۰ روپے کا مناسب اور نمونوں تقطیع سفید کاغذ قیمت علاوہ مچھول درود پہلے آئے

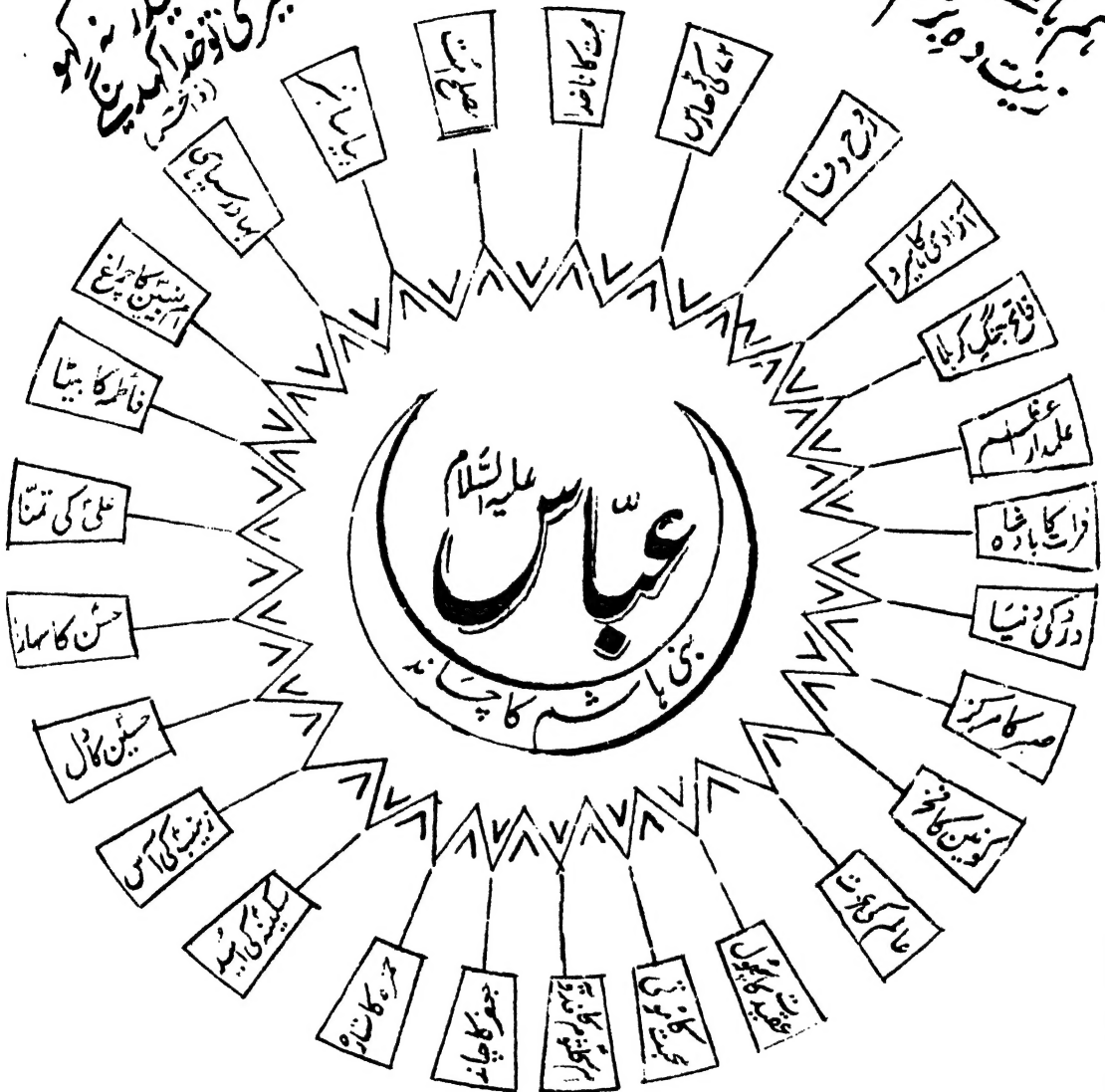
ملک کا پتہ :- نظامی پریس بک آفیشی لکھنؤ آہنی پھاٹک

مفتاح البیان حصہ سوم	۱۰	اشارات علم و جسم آفندی	۱۰	نسخہ نہ خطہ (مراتی جناب ہر سیتا)	۱۰
مفتاح البیان حصہ اول	۸	اشارات علم	۸	لغزہ نفیس (مراتی جناب نفیس)	۸
معراج الکلام	۱۲	آیات نامہ، نجم آفندی	۱۲	خود بخیر کاوری (مرثیہ جناب وقار)	۱۲
محافل و مجالس چارہ معصوم	۸	تصورات علم	۸	فتح مبین (مرثیہ جناب نجم آفندی)	۸
ریاض المصاب	۸	موج ذرات	۸	مرثیہ جناب زائر سیتا پوری	۸
عزاداری کی تاریخ	۸	حیات نامہ	۸	(۱) دنیا کو ایک راہنما کی تلاش کر	۵
سور خمدی حضرت امام حسین	۱۲	جبراع معرفت	۱۲	(۲) حسین عالم ان اہلسنت کا رہبر ہے	۸
سور خمدی حضرت علی اکبر	۱۲	کائنات غنیم	۸	سوز خوانی کے مرثیے کی	۸
		فضل کھنوی	۸	۳۰ عدد (ایکٹ)	۸
		جذبات گریم آنو زاری	۸	شاہکار انیس	۸
		فریاد بیاض و حلاوت	۸	علاوہ مچھول	۸
		ماہی دنیا	۸		۸
		صفت نامہ	۸		۸
		شاد غنم	۸		۸

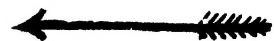
نظامی جنتری ۵۰ روپے چھپے ہیں
نظامی پریس لکھنؤ

ہم پر بارونے کی جو فرائض ہیں
بنیت و جہد میں

عباسؑ کو ہم صلوٰۃ جبرائیلؑ نے کہا
ایک ایسی نصیری وضو کہ پینا



پیش کردہ ناچیز۔ (فضل)



فہرست مضامین

صفحہ	نام	مضمون	صفحہ	نام	مضمون
۵۰	جناب انجمن	حق علمداری	۳	ایڈیٹر	عقیدت کا موتی
۵۵	جناب آؤ لے پوری	عباسی فاطمہ کی کمائی ہوشیار	۵	جناب ذاکر	نوحہ
۵۶	شامن نقوی	ڈال	۶	ہمارا حکمران محمد محمود حسن فاضل	سلام
۶۲	جناب عالم الرضوی	سلام	۷	فضل	روحانی پھول
۶۲	منظر پوری	سلام	۹	بقا جلاوی	شام غریباں
۶۳	فضل	موت بلیغی مرثیہ	۱۱	جناب سید العلماء	شہادت زار کر بلا
۶۴	جناب وفا	سپہ سالار حسین	۱۵	جناب احمد	دانکہ بسطی بیچ ہم عدو آدمی
۶۶	بیباک باہلی	ہمارا زوایہ نگاہ	۱۷	علامہ سید ابن حسن قاری	کامیابی کا قرآنی معیار
۷۰	جناب منظور	علمدار با وفا	۲۳	سجاد مرحوم	سلام
۷۱	جناب نجل	دربار یزید کے دو منظر	۲۴	جناب منیر	میدان وفا
۷۵	جناب سروش	تلوار	۲۵	جناب نسیم	شعبہ بچوں کا ترانہ
۷۶	مولانا سید محمد باقر صاحب	حسینی صداقت	۲۷	جناب خیر	فتیان الصباح
۷۸	جناب رضا انصاری	بادشاہ دو عالم	۳۲	جناب	مشیر کا پیارا
۷۹	مستحور مرحوم	پیکر انشاد	۳۳	جناب صدر الملک	آیات و کرامات
۸۰	قومی جنگی محاذ کے شاعر کیا	خاتمے کی ابتداء	۴۰	جناب باقر	علمدار دلاور
۸۱	جناب خندان	موج فراز پر ایک نظر	۴۱	جناب وقار	اعلان حق
۸۳	جناب وفا	ہماری بنیادی کمزوریاں	۴۲	مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب	حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ
۸۹	مولانا غلام مرتضیٰ صاحب	بیکس	۴۴	جناب شہید	سلام
۹۲	جناب نسیم	حدیث من بکی	۴۵	جناب کندر یعقوب صاحب	آبرو کے وفا
۹۲-۹۵	مشہرین	استعارات	۴۷	جناب طلحہ ترمذی	کون حسین؟
۹۷	حضرت نفیس بانو صاحبہ	نوحہ	۴۸	جناب کمال	عید کا دن بھی نبوتی عزم تھا
۹۸	جناب قربان صاحب	کر بلا	۴۹	جناب اختر	طوفان زندگی
۹۹	جناب مہر ظفر الطوار	دو وفا			
۱۰۱-۱۰۲	مشہرین	رشتہ دارات			

تکلیف اور محنت برداشت کرنا پڑتی ہے کہ دوسرے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔

خود حضرت عباس رومیؑ لہذا واقف ہیں کہ ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی، اگرچہ اب کی کا یہ نمبر مثل سال گذشتہ مرتب کر کے پیش کیا جا رہا ہے لیکن اس کے بعد بھی ہمیں اعتراض ہے کہ جیسا نمبر چاہیے تھا ویسا نہ پیش کر سکے، خود حضرت سے بھی شرمندہ ہیں اور ناظرینِ نظارہ سے بھی۔ بہر طور ہم یقین ہے کہ انشاء اللہ حضرت عباسؑ عقیدت کا یہ موتی قبول فرما کر ہمیں دین و دنیا میں عزت عطا فرمائیں گے۔

دلی شکر یہ

سب سے پہلے تو ہم کنٹرولر صاحب نیوز پرنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کا دلی شکر یہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے اس سالانہ نمبر (ابوالفضل عباسؑ) کی اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے بعد مضمون نگار اور شعراء کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے جن کے مضامین اور نظموں کی بدولت یہ نمبر ایک روحانی گلدستہ بنا کر ملک و قوم میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد ادارہ حسب ذیل

نظارہ نمبر

جلد ۲۱ دسمبر ۱۹۴۴ء نمبر ۱

عقیدت کا موتی

حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کے فرائی دربار میں خاص نمبر کی سالانہ نذر پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہے ہیں یہ صرف کارکنانِ نظارہ ہی کی پیشکش نہیں ہے بلکہ اس میں سب سے زیادہ حصہ ان حضرات مومنین کا ہے جنہوں نے قلم سے زبان سے اور پھر روپیہ سے اس نمبر کی مدد فرمائی۔ آجکل نمبر نکالنا آسان کام نہیں ہے جو لوگ پریس اور اخبار کی دشواریوں سے واقف ہیں انہیں اچھی طرح علم ہے کہ خاص نمبر کس محنت اور جانفشانی سے شائع کیا جاتا ہے۔

اتنی کمٹا ہوتی ہیں کہ خیرہ کرنے کی ضرورت نہ پڑے اس لئے سب سے زیادہ اہم کام روپیہ کی فراہمی ہوتا ہے اگرچہ مضامین کی سعی، ترقیب کی کوششیں زحمیں ضرور برداشت کرنا پڑتی ہیں لیکن روپیہ کچا کرنے میں کچھ اتنی

حضرات کا بھی دل شکریہ ادا کرنا ہے
جنہوں نے اس نمبر کی مالی مدد فرمائی۔ جس کا
اجر دین و دنیا میں خود حضرت عباس علیہ السلام
عطا فرمائیں گے۔

عباس کے چاہنے والے (بلکہ رشتہ)

جناب صدر الملت مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب
سے جناب سید ناصر حسین صاحب نقوی بیٹی
صہر جناب سید غلام مہدی صاحب شملہ صہر
جناب مولانا عباس علی صاحب وقار جناب
سید حیدر عباس صاحب بحال آباد
جناب حیدر علی صاحب اینڈ سنس
بردائی اسٹیٹ صہر جناب خان ہباد
سردار سید محمد ذکا صاحب میرامن منزل
علی گڑھ محلہ جناب مس جہاں آرا بیگم
صاحبہ کلکتہ محلہ جناب سید
حامد علی صاحب ریٹن پانی محلہ
جناب ملک علی صاحب چیف انجینیئر صہر
جناب خان ہباد سردار مرزا جعفر علی خان صاحب
اثر صہر جناب سید کرم حسین صاحب
اکسٹرنل سیکرٹری مان بھوم صہر ایک مومن
صہر ایک بزرگ قوم جنہوں نے اظہار نام
کی اجازت نہیں دی (صہر جناب سید

نواب صاحب افسر کھنڈی صہر جناب
ڈاکٹر شریار مرزا صاحب صہر
جناب نواب سردار علی خاں عروت
سنجھو صاحب صہر جناب مولانا
سید محمد باقر صاحب قمار اس کے علاوہ
جن حضرات کا چندہ دوران طباعت
میں وصول ہوگا ان کا آئندہ نمبر میں
شکریہ ادا کیا جائے گا۔

اعلان تعطیل

اس نمبر سے قبل بھی ۲۷ دسمبر کے نمبر کی
مہم تعطیل کر چکے ہیں اور اس نمبر کے بعد
بھی کاغذ کی کمی کو پورا کرنے کے سلسلے میں
۲۸ دسمبر کا نمبر شائع نہ ہو سکے گا ناظرین
انتظار نہ فرمائیں۔ اب ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کا
نظارہ ۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو انشا اللہ ڈاک میں
ڈال دیا جائے گا۔

معذرت

شعرا و کرام اور مضمون نگار حضرات کو کتنا ہی تیل سے مطلع کیا
جائے لیکن اس کے بعد بھی عین وقت پر نہیں اور مضمون وصول
ہوتے ہیں۔ چنانچہ مجبوراً کئی نہیں اور مضمون اشاعت سے
رہ گئے جو آئندہ نمبر سے شائع کئے جائیں گے۔

حضرت جعفر کا ورثہ تھا علمداری نہ تھی

انیس فرحہ استادالاساتذہ و عیال ہند جناب آخر لکھنؤ می غفر اللہ لہ
 کا ایک مشہور نوحہ

جان اپنی بھائی سے عباس کو پیاری نہ تھی
 نہرے پانی نہ پینا دھوپ میں آساں نہ بھتا
 زینب کلثوم روئیں بھائی کو تازندگی
 نصرت شیریں عباس یوں زخمی ہوئے
 ہاتھ غازی کے ابے ریاجدا ہونے کو تھے
 دوش پہ رکھ کر علم دکھلا دی شان جیدئی
 تھا جری راہ رضا میں اس طرح ثابت قدم
 داہری ہمت کہ جو اک مشک پانی کی نہ سے
 نور عین مرتضیٰ پر فتح ممکن ہی نہ تھی
 پاس شہرے کے ایک بیٹے کے سوا کوئی نہ تھا
 اک جہاں کو تھا سبق دنیا و فاداری نہ تھی
 پیاس کا بھڑکا ہوا شعلہ تھا چمکائی نہ تھی
 بھول جاتی جو دلوں کے وہ مددکاری نہ تھی
 کونسی تھی وہ جراحہ تن پہ جو کاری نہ تھی
 حضرت جعفر کا ورثہ تھا علمداری نہ تھی
 حق پہ مرنے کی ہوس تھی فخرمداری نہ تھی
 جان دیدی یوں کہ جیسے کوئی دشواری نہ تھی
 اس سے بڑھ کر کوئی دنیا کی دل آزاری نہ تھی
 کیا اسد کرتا رخسارے ایزد باری نہ تھی
 بھائی کیا چھوٹا کہ پھر وہ شان باری نہ تھی

کام آئی قبر میں ذخیرہ دلائے اہل بیت
 ہم تھے خالق کے ملک تھے کوئی دشواری نہ تھی

نذر عقیقت

ہر عبادت مدحت آلِ عبا میں ہے

(از مہاراجکمار محمد محمود خاں صبا بہادر۔ آف بہا اسٹیٹ)

عطیہ خاص

ناوافق ہے زمانہ کی ہوا میں سے لے
نارواغیار سے ہے التجا میں سے لے
روئے اکبر کی ثنا لکھتا ہوں لے ذہن رسا
مدح اہلبیت میں جب بیت میں کرتا ہوں نظم
مسجد عزت میں ہوں مثل آؤدہ گوشہ گیر
نور چشم فاطمہ کے غم میں کہتی ہے یہ آنکھ
دشمنانِ آلِ احمد پائیں گے اُس دن سزا
شاہ کہتے تھے نہ جانا ہے مردت کے خلاف
رو کے صفوانے کہا سکر سنانی باپ کی
رایت عباس کا سایہ ہے میرے سر کا تاج
ہاں سے کہتی تھی سکیںہ مانگیے حق سے دعا
دخن کر کے صفربے شیر کو شہ نے کہا

ہو گئے گو یا عقارب اقربا میں سے لے
چار گدہ موجود ہیں حاجت روا میں سے لے
عرش سے اعلیٰ مضایں ڈھونڈ لا میں سے لے
گھر نیا جنت میں ہوتا ہے بنا میں سے لے
ہے سریر بادشاہی بویا میں سے لے
میں بکا کے واسطے ہوں ادب کا میں سے لے
کیا خوشی کا روز ہے روزِ جزا میں سے لے
دور سے لینے کو آئی ہے قضا میں سے لے
خوب بھیجی میری قسمت نے دوا میں سے لے
بارِ خاطر کیوں نہ ہو ظلِ ہمایہ میں سے لے
مشک بھر کر کہہ لائیں چچا میں سے لے
لے زمین پر رکھ چھوڑ دو تھوڑی سی بیا میں سے لے

مرثیہ گوئی کا لے محمود ہے بچپن سے شوق
ہے عبادت مدحت آلِ عبا میں سے لے

روحانی بھول

حسینی شاعر فضل

امام حسینؑ نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ رقت آنے پر انسانیت کی بھلائی کے لئے ادا داد اعزاء جان و مال سب کچھ دیا جاسکتا ہے لیکن یزید جیسے فاسق کی بیعت نہیں کی جاسکتی یہی وہ اٹل اور مضبوط فیصلہ تھا جس نے دنیا کے دل میں قیامت تک حضرت امام حسینؑ کی جگہ بنادی۔

حسینؑ نہ ہوتے تو انسانیت اپنے مفہوم خلقت سے بے نیا زراستی اور اگر حسینؑ کا صبر نہ ہوتا تو بے صبری عام ہوتی اور اگر حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے تو اُمت کی کشتی اخلاق اخوت اور محبت کے دریاؤں کو پار کر لینے کے بجائے غرق ہو جاتی۔

یزید کے تاج اور جواہرات کی چھوٹ نے ابن سعد شمر خونی ابن زیاد جیسے لاکھوں دلوں میں ایسا طوفان پیدا کر دیا جیسے سمندر کا جوار بھاٹا آیا اور لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا — مگر علیؑ صغیر کے خشک ہونٹوں پر تبسم کی لہر میں خدا جانے کونسی چمک تھی جو آج بھی محبت بھری آنکھوں کے سامنے جگمگاتی ہے اور قیامت تک جگمگاتی رہے گی۔

عاشور کے سورج کی پہلی کرن نے حسینی خیام کو بوسہ دے کر حسینؑ کے پُر نور چہرے کی انکساع واد اصحاب سمیت زیارت کی لیکن آخری شعاعیں ۲۷ خون بھری لاشوں کو دیکھ کر مغرب میں چھپیں۔ آہ۔ چند گھنٹوں میں کیا سے کیا ہو گیا۔

بڑی کی لاکھوں فوج میں کسی ایک سپاہی کی نسل باقی نہیں، حالانکہ لاکھوں کی تعداد میں کر بلا سے زندہ واپس آئے تھے۔ لیکن امام حسینؑ کی اولاد (سید) آج لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ حالانکہ صرف امام زین العابدینؑ باقی رہ گئے تھے۔ یہ بھی حسینؑ مفاد میں کی مستحکم فتح کا ایک مضبوط ثبوت ہے۔

امام زین العابدینؑ کا صبر حسینؑ کا ایثار، عباسؑ کی وفا علی اکبرؑ کی شجاعت، زینبؑ کے حدود صبر میں آنسو اور سب سے بڑھکر علی اصغرؑ کی مسکراہٹ نہ ہوتی تو امت عشتیٰ کا کوئی سہارا نہ تھا۔

حقیقی آنسو، دل کے خون سے بنا ہے اور اس سے بہتر اس کا کوئی مصروف نہیں کہ حسنیؑ یا میں پیش کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر تیرہ گلو برس پہلے ہمارا خون فرزند رسولؐ کے قدموں پر پھینکا اور نہ ہو گا تو اب یہ خون کے آنسو ہی بن کر حسینؑ تک پہنچ جائے۔

جیسے میرے نفس نے مجھ سے سوال کیا۔ اگر حسینؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ میں نے فوراً جواب دیا کہ میں مسلمان نہ ہوتا۔ نفس نے کہا اگر حسینؑ اپنی قربانی پیش نہ فرما دیتے تو کیا ہوتا۔ میں نے کہا: معنوی اسلام ہوتا نہ لفظی اسلام۔

بیش قیمت ہے وہ سانس جو حسینؑ کا نام دل سے ساتھ لے کر اُبھرے اور پاکیزہ ہیں وہ آنسو جو حسینؑ کی تصویر کھینچ کر ڈیدہ بایں۔ اور اونچی ہے وہ روح جو جلوہ حسینؑ کے تصدیق میں بلند ہو۔

دنیا کا ہر غم غیر مستقل ہوتا ہے جس کو گزرتی ہوئی راتیں اور جاتے ہوئے دن بھلا دیتے ہیں لیکن امام حسینؑ کا غم وہ غم ہے جو تاریخ عالم کے سینے میں اپنی جگہ ٹھوس اور مستقل بنا چکا ہے اور جس کو نئی لفت کی آندھیاں قیامت تک نہیں مٹا سکتیں۔

شام غریباں

از جناب سید افر علی صاحب بقا جلاوی

دک پہ دک شہزادیوں پر یا نصیب
چھٹ چکے ہیں وارثان سر بکفت
ناریوں نے پھونک ڈالے ہیں خیام
پر خطر جنگل اُداسی چار سو
وقت شب پر ہول دشت کربلا
کر لیا ہے دشت میں ظلمت نے گھر
وہ ہواؤں کی صدا میں سائیں سائیں
خوں میں ڈوبا رات کا جاگا ہوا
جب تلک جیتے رہے وہ سب جری
تھے جو مضطر اہل بیت مصطفیٰ
دیتے تھے آواز عباسی علی
اب کہاں وہ ناصر و جانباز ہیں
پہننے سب رنگیں شہادت کا لباس
دشت میں پھیلی ہوئی ہے چار سو
اللہ اللہ انقلاب آسمان
چادریں بھی سکے سے چھن گئیں
دم بخود ہیں آنکھوں میں آنسو بھکے
صبح سے صدمے اُٹھائے ہیں بڑے
بے دیا روں کو دلا سا کون نے
بیکسوں کے غمگساروں کو چلو
لے مری مظلومہ بیکس بے دیار

آچکی شام غریباں بھی قریب
فوج دشمن خیمہ زن ہے ہر طرف
جھپٹا ہے شام کا دن ہے تمام
شام غنیمت کھولے ہوئے سرور و برد
رن میں سناٹا سا اک چھایا ہوا
بے گھروں کا ہے خدا حافظ مگر
بیسبیاں بہرہ دہکس کو بلا میں
سورہا ہے وارثوں کا ستا فلا
فاطمہ کے گھر پہ آج آنے نہ دی
خیمہ گہ کا رات بھر پہرا دیا
دیکھو گھرا نا نہ ناموس نبی
آل احمد گوشت بر آواز میں
پھول سے بھکے پڑے ہیں پاس پاس
احمدی گلزار کے پھولوں کی بو
خاک پہ بیٹھی ہیں اب شہزادیاں
کیا کریں مجبور ہیں وارث نہیں
وارثوں کے غوں سے ہیں گیسو بھکے
خاک پر بیہوش بچے ہیں پڑے
بیکسوں کو آکے پڑا سا کون دے
ثانی زہرا کو پڑا سا دو چلو
آئے ہیں پڑے سے کو شہ کے سو گوار

ہائے شہزادی یہ تیری بیکسی
 کس تجل سے وطن سے آئیں تھیں
 کر دیئے غربت میں بھائی پر فدا
 لاش پر بیٹوں کی اے بنت بتوں
 ہاتھ اٹھا کر شکر خالق کا کیا
 آہ! لیکن جب حسین ابن علی
 ٹکڑے ٹکڑے تھے ترے قلب و جگر
 یوں تو ہفتم سے بلا کس وقت چین
 ہیں یتیم اب اور تری آغوش ہو
 دھیان ہو گا پھر نہ بچے سوئینگے
 چونک کر مانگیں گے جب آب و طعام
 ایک جان زار اور صدے عظیم
 میری شہزادی فدا ہوں یہ غلام
 تم کہاں کل اور یہ مونا بن کہاں
 بے کفن لاشے سچوں کے چھوڑ کر
 کجیو بی بی نہ شہ کا انتظار
 صبح سے ہوئے گا غربت کا سفر
 قتل شہ کی جا بجا رستے میں دھوم
 ساتھ سب کنبہ گرفتار محن
 آپ کا بیمار ہو گا سارباں
 ضعف سے جس دم نہ اٹھیں گے قدم
 کل سے تم ہو اور ہیں جنگل اُجاڑ

غربت و بیچارگی و بے بسی
 ساتھ بچوں کو بھی اپنے لائیں تھیں
 بچ سکے پھر بھی نہ شاہ کر بلا
 تیرا کہنا ہو گیا ہ یہ مستبوں
 آنکھ سے قطرہ نہ آنسو کا گڑا
 رن سے لائے لاشیں مشکل نبی
 کر لیا بھتا رُوئے انور غوں سے تر
 آج تو دن بھر کئے لاشوں پہ بین
 شاہزادی تو مگر خاموش سے
 میں جو رُوڑں گی تو یہ بھی رُوئیں گے
 کس طرح ہلاؤں گی میں شہنہ کام
 چھوٹے چھوٹے سے ہیں بھائی کے یتیم
 تعز یہ داروں کا ہو تم پر سلام
 آج کی شب اور ہو یاں میہاں
 صبح کو کرنا ہے کوفے کا سفر
 اب تھیں عابد کراہیں گے سوار
 ساتھ ہو گا نیزے پر بھائی کا سر
 گرد ناقوں کے وہ خلقت کا ہجوم
 سر رہنہ اور بازو میں رسن
 راستہ چلنے نہ دیں گی بیڑیاں
 تازیاں نہ شہ کا ہو گا علم
 کیسے ڈٹے ہیں مصیبت کے پہاڑ

میری شہزادی بقا تجھ پر فدا

راہ غربت میں خدا حافظ ترا

شہادت زارِ کربلا

سرکارِ سیدِ علماءِ جنابِ عیسیٰ نقی صاحبِ مجتہدِ مدظلہ

————— ❦ —————

کسی کے دل میں اتنا طاقت ہے کہ وہ آج شہادت زارِ کربلا کی سبر کرے۔ ایک دل اُلجھانے والی خاموشی ایک دم گٹا نے والی آدمی وہ قافلہ جو دوسری محرم کو اس سرزمین پر اتر اٹھا آقا اپنا اسباب باندھ کر چلا جا چکا ہے اس لئے سناٹا چھایا ہوا ہے۔ یقیناً یہ منظر دل ہلا دینے والا ہے مگر انسان بھی عجیب چیز ہے۔ وہ ہر نئے حادثہ کی کیفیتیں دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ چاہے بدیں اس کو تکلیف ہی پہنچے پھر بھی وہ واقعات معلوم ضرور کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو ذرا دل مضبوط کر کے میرے ساتھ چلو اور کر بلا کے مختلف مناظر کی اس وقت سیر کرو۔ وہ دیکھو ایک بے شمار خیموں اور چھو لاریوں کا سلسلہ جن میں سے اکثر میں چراغ روشن ہیں۔ اور وہ بہت سے خیموں کے جھرمٹ میں ایک بڑا خیمہ جس میں تیز روشنی ہے۔ ضرور یہ روشنی تمھاری نگاہ کو سب سے پہلے جذب کرے گی اس لئے چلو یہاں دیکھ لیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ بڑی فوج کے سپہ سالار عمر سعد کا خیمہ ہے جہاں اس وقت فوج کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ تمام بڑے افسر جمع ہیں۔ پیغمبرِ اسلام کے واسے کا تین دن کا جھوک پیاس میں نخرِ ظلم سے گلا کاٹنے والے اپنے کارنامے پر ناز کر رہے

ہیں اور ایک ایک شہید کی شہادت کے تذکرہ کے ساتھ اس کے قتل کرنے والے کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ اگر یہ سیکڑوں خیموں سے اس وقت زخمیوں کی کراہ کی آواز اور بیسیوں سے غتولین کے غم میں نالہ و شیون کی آوازیں بھی بلند ہیں مگر نتیجے کی کاسیابی نے کانوں کو اس طرح کی آوازوں سے بند کر دیا ہے اور شرابِ ناب کے دور کے ساتھ فح و ظفر کا نشہ سب کو بخود بنائے ہوئے ہے۔ یقین ہے کہ تم سینہ میں ایک شریف انسانی دل رکھتے ہو اس لئے اس منظر کو دیکھ کر خوشی میں شریک ہونے کے بجائے نفرت و حقارت کے جذبات محسوس کرنے لگو گے۔ تمھارا ضمیر ملامت کرے گا اور تمھاری انسانیت چیخ اٹھے گی۔ جہلا وہ بھی کوئی فتح ہے جسے کم از کم تیس ہزار کی فوج ہتھیار بھوکوں اور پیاسوں کے مقابلہ میں اپنے لائقہ ادباً ہیوں کو کھو کر جنگِ مغلوبہ سے حاصل کرے۔ وہ بہتر جن میں سب لڑنے کے قابل بھی نہ ہوں بلکہ ان میں اتنی برس کا بڑھا اور چھ ہینڈ کا بچہ بھی داخل ہو۔ کیا اس فتح پر ناز کرنا انتہا درجہ کی کم ظرفی اور پست نگاہی نہیں ہے۔ کیا یہ فتح حقیقتاً فتح ہے۔ نہیں نہیں وہ شکست ہے جس کا گردِ لٹ اس فوج اور اس کی ظالم حکومت پر ہمیشہ کے واسطے

جھائی رہے گی۔

یہ خیالات یہاں کے طرب و نشاط کے سامان خوشامد
سرت کے شادیاؤں اور ناؤں و فوش کی دلچسپیوں کو
ایک حساس دل کے لئے بے کیف بنادیتے ہیں۔ جی گہرا
لگتا ہے اور بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ یہاں سے نکل کر
سیدان کی کھلی ہوئی سانس دیکر غم غلا کیا جائے۔

— وہ دیکھو ہر فرات لہریں لے رہی ہے۔ پانی دور
پر سے نظر آ رہا ہے کیونکہ راستہ صاف ہے۔ وہ پہرا جوتین
دن سے اس پانی پر بیٹھا ہوا تھا اُٹھ چکا ہے۔ وہ ہزاروں
سپاہیوں کے پرے جو رات دن جھے رہتے تھے آج ہٹا
جا چکے ہیں۔ اس لئے کہ وہ شیرجن کے نیجان بنانے کے لئے
پانی کی بندش ہوئی تھی اور بھڑک سائل فنا کے پس پار پونچ
چکے ہیں۔ دریا کا کنارہ پریشان دل کے لئے سکون کی بہترین
جگہ ہے۔ مگر وہ یا کے ساحل پر خون کی بو آ رہی ہے۔

موت کے قدموں کے نشان ہر طرف نظر آتے ہیں۔ کسی شیر کے
نعرہ کی صدا اب تک گونج رہی ہے۔ گرے ہوئے خون
کا سلسلہ رہنمائی کرتا ہوا آگے بجاتا ہے۔ قدم ٹھٹھکتے ہیں
دل دھڑکتا ہے ایک لاعلم رعب کا احساس دور باش کی
صدا دیتا ہے۔ غور سے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ترائی میں
ایک شیر آرام کر رہا ہے۔ جس کے گرد و پیش بہت دور تک
ساحل کی تمام بالو خون سے گندھی ہوئی ہے۔ جسم تمام زخموں
سے چور ہے سرنگا فند ہے۔ ہاتھ دونوں جسم سے جدا ہیں
مگر کٹے ہوئے ہاتھ کے شانہ میں مشک کا تسہاب تک بھنسا
ہوا ہے وہ مشک جس میں مودراخ ہے اور اس کا پانی تاہم چکا

ہے جس نے ہمارے جسم سے بے ہوئے خون کی روانی میں
اضافہ کر کے زمین و آسمان کو دور تک رنگین بنا دیا ہے۔
ڈھال تو بہت دور پڑی ہے مگر تلوار دہن کے قریب ہے
جھنڈا جو کبھی ہوا میں لہرا رہا تھا وہ اب زمین پر ہے مگر
ہمارے کا سینہ علم کا اب بھی محافظ ہے۔

یہ ہے علی کا شیر حسین کا قوت بازو اور علمدار
پیاسی سکینہ کا سقا قرنی ہاشم عباس جو حسینی فوج کا
سب سے آخری سپاہی تھا۔ جس نے سب سے آخر
میں حسین سے اجازت جہاد طلب کی مگر امام نے پھر بھی
لڑنے کی اجازت نہیں دی۔ فقط بچوں کی پیاس بجھانے
کے لئے پانی کی سبیل کرنے کا حکم دیا۔

و فادار عباس کی یہ یادگار کامیابی تھی کہ وہ فوج کا پہرہ
ہٹا کر مشک میں پانی بھر لینے میں کامیاب ہوئے۔ مگر
افسوس کہ بھری ہوئی مشک کو لیکر خمیہ تک پہنچنا ممکن ہوا۔
تیر نے مشک کو چھید کر تمام پانی بہا دیا اور عباس نے
سیکڑوں زخم کھا کر اپنے جسم کا تمام خون بہا دیا۔

عباس مشک و علم کے ہوتے ہوئے بھی دشمن کے احساس
میں بے بس نہیں تھے۔ آخر دونوں ہاتھ جدا کر دیئے گئے۔
پھر بھی عباس جب تک خود گھوڑے سے نہیں گرے علم کو
زمین پر گرنے نہیں دیا۔ مگر وہ علم اس کے بعد بھی حقیقت
میں گرنے نہیں پایا۔ آج ہزاروں علم اسی ایک علم کی یاد
میں ہزاروں کاندھوں پر اٹھ رہے ہیں اور ہر تقریر غامضہ میں
حسین کے نام کی مندرجہ تو ایک ہوتی ہے مگر علم کثرت کے ساتھ
نفس ہوئے ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس کا کہ عباسؓ کو دنیا

میں نہ رہے مگر ان کا عالم آج تک اونچا ہے اور ہمیشہ اونچا رہے گا۔
کیونکہ حق کا جھنڈا کبھی مرنگوں نہیں ہوتا۔

یہ منظر یقینی اگر ایک طرف دل میں جوش و ولولہ حق پر
مرٹنے کا حوصلہ پیدا کرتا اور رگوں میں خون کی روانی بڑھاتا
ہے تو دوسری طرف ایک ایسے ہمار کی لاش کا یہ جانفرسا
عالم دل کی رگیں بھی توڑنے لگتا ہے۔ بیخافت آنکھوں سے
آسو جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ آنسو جو بزدلی نہیں بلکہ ہمار
کی قدر و قیمت کے احساس کا نتیجہ ہیں اور عدم دہمت
کی آگ کو افسردہ نہیں بلکہ اس کی شعلہ افروزی میں
ادراضافہ کرتے ہیں۔

دل تو جانتا ہے کہ حسرت کے ہی ایک منظر میں
غرق ہو جاتے مگر ساحل کی بلند ی سے صحرا کا گلگون
تختہ صاف نظر آتا اور نگاہ کو کشاں کشاں اپنی طرف
لے جاتا ہے۔

ہاں کوئی ایک ہی مرقع نہیں ہے جو توجہ کا مرکز
بن سکے بلکہ سچ سچ شہادت زاد تو یہی جگہ ہے دور تک
لو کا چہرہ کا وہ ہے۔ جا بسا خون کے تھالے بندھ گئے
ہیں۔ ٹوٹے ہوئے نیزے شکستہ تلواریں کٹے
ہوئے تیروں کے انبار ہیں جو اذہر اذہر لگے ہوئے
ہیں۔ دشمنوں کے سر ہزاروں کی تعداد میں زمین پر
لٹک رہے ہیں اور لاشے بھی بہت دور تک نظر

آتے ہیں۔ ان سب کے بیچ میں بہتر یا زیادہ سے
زیادہ سو سو سو نورانی جیسے خاک و خون میں آلودہ
اس عالم میں ہیں کہ کسی کا جسم تیردوں سے چھلنی ہے کسی کا

سر گز سے تنگافہ ہے کسی کا بدنہ خمر سے چاک ہے اور
کسی کا سینہ نیزے سے فگار ہے۔ ان میں ساٹھ۔ ستر اور
اٹھ برس تک کے اور مرنے والے ائمہ سے لیکر پینتیس برس
تک کے جوان اور گیارہ بارہ برس تک کے کمسن بچے
بھی ہیں۔ ہاشمی خاندان کے جوانوں بلکہ بچوں تک کی
سج و سج سب الگ ہے۔ ان میں ایک چاند کا کلا
تلوار کا بھل لگائے اس شان سے پڑا ہے کہ عمارے کے
پینچ خوف سے رنگین ہو کر تنگ آئے ہیں اور اس حسین
چہرے پر سہرے کی طرح چھا گئے ہیں۔

ہاتھوں میں خون کی ہندی اور سینہ پر زخموں کی ہندی
ہے۔ یہ ہے حسن کا تیم اور حسین کا عزیز بھتیجا قائم جسے نصرت
کرتے وقت امام نے مرحوم جلالی کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے
اپنا داماد بھی بنالیا تھا۔ کہ بلائے علی میں غیہ گاہ کے اندر
ان کی یادگار میں مجلہ عروسی بنا ہوا ہے اور ہندوستان میں
ان کی یاد میں ساتویں تاریخ مہندی اٹھتی ہے۔

— انہیں کے پاس اٹھارہ برس کے کڑیل جوان کا لاشا
ہے جس کے سرے کے پھول کھلنے کی نوبت نہیں آئی۔
یہ علی اکبر ہیں جنہیں حسینؑ اس لئے بہت عزیز رکھتے تھے کہ
وہ ہو ہو رسول اللہؐ کی تصویر تھے ان کے رخصت ہوتے
وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے خالق کی گواہ کر کے کہا تھا
کہ جب ہم زیارت رسولؐ کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کے
چہرہ کو دیکھ لیتے تھے۔

افسوس آج کے خوش عقیدہ مسلمان شبیہ خلیس
رسولؐ کی بھی جو کاغذ پر بنی ہو عورت کرتے ہیں مگر افسوس

وہ کیسے مسلمان تھے۔ جس نے خود رسول کی بیٹی جاگتی ہوئی شہید کا خیال نہ کیا۔ وہ حسین اور مقدس جسم تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

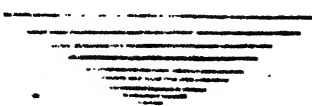
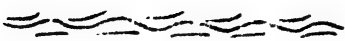
علی اکبر کو دیکھتے ہی دل میں علی صغیر کا خیال آتا ہے وہ چھ مہینہ کا بچہ جسے حسین نے قربانگاہ شہادت میں سب سے آخر میں پیش کیا تھا۔ جو پیاس سے جاں بلب تھا مگر پیاس اس کی پانی سے نہیں بلکہ پیکان تیر سے بجھائی گئی۔ ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی شہیدوں میں نہیں ملتی۔ ہاں وہ زمین پر ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی ہے۔ یہ صغیر کی تربت ہے، اس بچہ کو خود امام حسین نے شہادت کے بعد ہی دفن کر دیا تھا۔ شاید اس نے کہ امت رسول کا یہ جرم اتنا سنگین تھا کہ فرزند رسول کی انسانی غیرت کو خود اس منہ پر کے سامنے رہنے سے شرم دامگیر ہوتی تھی۔ سب سے آخر میں نگاہ نشیب کی طرف جاتی اور وہیں رہتی ہے۔

یہاں ایک تقدس کا پیکر، نورانی شعاعوں کا خزانہ، نوین شفق کے اندر چمکتا ہوا سورج، ایک سہن جرات لائے ایسا بڑا ہے جس کا سر پہلے ہی جدا ہو چکا ہے اس نے سورت سے تو پہچانا نہیں جاسکتا مگر خون کی کثرت بتلاتی ہے کہ تمام عربوں کا پہلی مقصد اور عداوتوں کا آخری مرکز یہی تھا۔ شک تہ کر ظاہر کرتی ہے کہ یہ وہ ہے جس کا روبرو کا بھائی مار ڈالا گیا۔ بازو تیر سے چھدا ہوا خبر دیتا ہے کہ وہ ہے جس کے ہاتھوں پر چھ مہینہ کا بچہ نشانہ تیر کر ہوا۔ خون تہ رنگین ہاتھ پتہ دیتے ہیں کہ وہ ہے جس نے

بے شیر کا خون چہرہ پر مل لیا تھا۔ سینہ پر نشان گھاؤ اور پشت کے پار اس کا نشان بتلا رہا ہے کہ وہ ہے جس کے سینہ پر تیر پڑا تو سامنے سے نکل نہ سکا آخر پشت کی جانب سے اسے کھینچا اور سب سے خون پر نالے کی طرح جاری ہوا۔ ہم کے پارہ پارہ ٹکڑے اس کی دلیل ہیں کہ وہ ہے جس کا جسم بد شہادت گھوڑوں کے سون سے پامال کیا گیا۔

ان خصوصیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہے شرافت کی جان، انسانیت کی رو، صداقت کا جزم، پیغمبر اسلام کی نشانی، علی کا فرزند حسین جو کربلا کے مجاہدین کا سرگروہ اور اس ہمیشہ یاد رہنے والے کارنامہ کا اصلی ہیرو ہے۔ جس نے جان دیدی مگر حق و صداقت پر آنچ نہ آنے دی۔ جس نے عورت اسلام پر اپنی ہر چیز قربان کر دی اور بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کلمہ لا الہ الا اللہ کی از سر نو بنا قائم کر دی۔

آج ہر سال دنیا کے تمام شرق و غرب میں محرم میں انھیں کا سوگ منایا جاتا ہے اور انھیں کی یاد ہے جو مختلف اندازوں پر برابر تازہ کی جاتی ہے اور تیرہ صدیوں سے ہر سال کے بعد دوسرے سال اس میں اعانہ ہی ہوتا رہا ہے۔



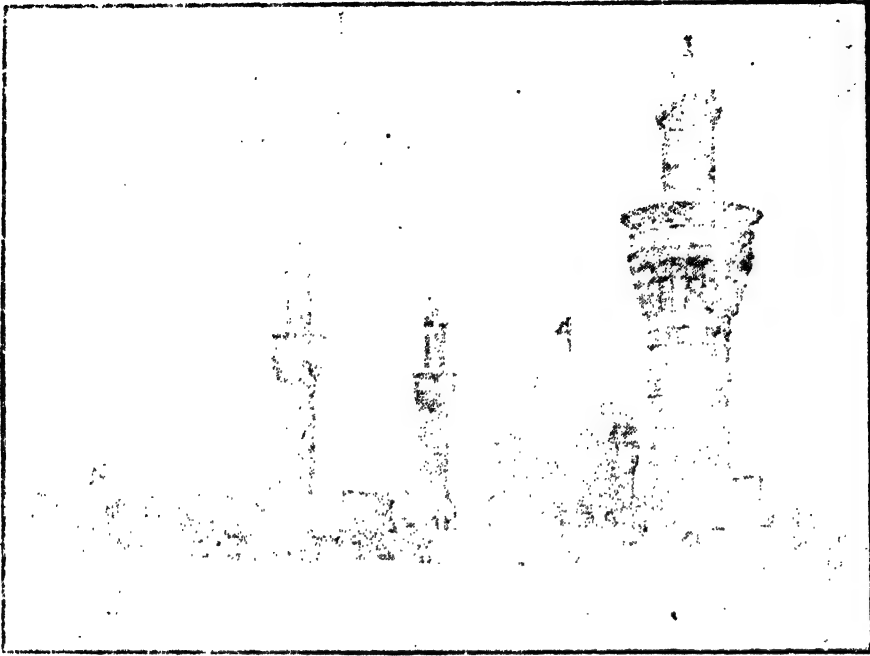
== زانکہ بی بی سیم عدو آدم عباس ==

== از جناب خان بہادر شیخ سید احمد علی خاں صاحب احمد ==

<p>اصلِ نساں بود نہایت اے نیکاساس چسیت نہایت اخلاق و پسندیدہ عقا چسیت اخلاق حمیدہ صفت پس حقوق اولوالالباب شمارند چہ منان حقوق می بدانی چہ بود حق خودش برانساں نفس از ترکیہ حاصل شود از اکل حلال صاف از زنگ لفاق و خلل آئینہ دل حق معبود بود طاعت و شکر نعمت ابنِ مہمہ خلق کہ آموخت رسول عربی حق او چسیت براخلافت والے حسین نہ ادا کرد کہے حق نبی تا این دم ضیغم بیشہ ہیجا خلف شیر خد خواجہ دین کہ ولاکش پئے عرفاں معیار قیصرش غاشیہ بردار سلیمان چاوش بود ہم درد حسین و حسن از روز ازل</p>	<p>ورنہ انسان نہ بود بلکہ بترا ز خناس حسن اخلاق بود ہر بشر ریش و لباس آدمی نیست بشر گر نہ بود فرض شناس حق خود حق خدا حق نبی حق الاناس حفظ جان تزکیہ نفس خود نبض شناس جناب از ستم و کذب مقالہ انجاس ضیع حالی ز خیالات فضول و مواسر رحم بر خلق خداوند بود اصل سپاس زیر احسان عطایاںش بود معشرناس جاں نثاری بصفِ معرکہ نصرت ہم پاس مثل سقائے حرم دہر حیدر عباس فارس عرصہ نادر دہر سپہرش فراس خاصہ حق کہ رضائش پئے غفران متیاس آئینہ دار سکندرش اسطو عکاس زانکہ با سبط نبی ہم عدو آدم عباس</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

مرجا شان تو عباس علیہ السلام
 ہمسر جعفر طیار بہ میدان بسر د
 بہ بہ اے ماہ بنی ہاشم والامنزل
 اے نہ ہر اوج تو افروں بود از وہم و گمان
 درنگاہ تو نیز زد بہ جوئے سیم و طلا
 کے مقابل بہ تو اے شیر بود رستم و زال
 باد پا اشہب تو گر بزند گامے چند
 از نگاہ تو ہر اسان چو برہہ سیل دماں
 باد بانست پے کشتی او دامن تو
 حرفے از ہمت والاے تو ناید بہ رستم
 مثل تو بیند و شنود نہ گے دیدہ و گوش
 یا بماند در گہ تو دولت فغفور فقیر
 بلکہ چاکر شیدائے ترا اے آقا
 دست بردار گدائے دلت از مال و عقال
 احمد از فیض تو شد فارس میدان سخن
 عرض حاجت بہ تو اے باب حوائج چہ ضرر

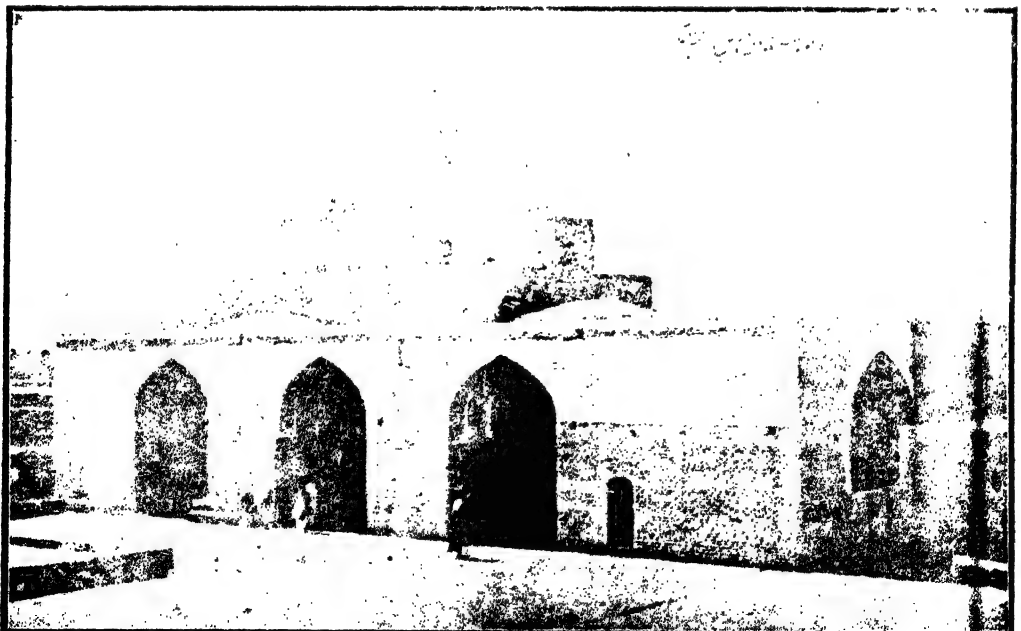
حبذا قدر تو اے نازش خضر و الیاس
 مفر حمزہ جسہ آر بہ ہنگامہ باس
 خہ خہ اے مہر سپہر عظمت چرخ اناس
 دے خہ جاہ تو بیرون بود از فکر و قیاس
 بلکہ کتر ز خد فیش تو لعل الماس
 فرہی چیز دیگر باشد و دیگر آماں
 طے کند راہ دو صد سالہ درد و انقاس
 وز نہیب تو گریزاں چو گرازدست فراس
 ز اثرت را بود از باد مخالف چہ ہراس
 گر ہمہ نخل قلم گردد و قلم انقاس
 ذات تو داند و فہم نہ دے ہوش و حواس
 گیر داز خسرو گہ تو رفعت محمود آکاس
 آسمان می نتواند کہ بساید چوں آس
 کفش دار تو لکد زن بہ نقود و اجناس
 گفتہ خامہ کیت است و مجالتش قرطاس
 نیم تم نیک بدانی و توئی قدر شناس



السلام علیک یا ابا عبد الله روحی لهذا العالم



روضه حضرت ابوالفضل العباس علیه السلام



== کامیابی کا قرآنی معیار ==

فُرات کے کنارے فوجیں نہیں بلکہ اصول صف آرا تھے

← جناب علامہ سید ابن حسن صاحب رضوی چاچوی مدظلہ ==

کب تک لڑے اور کہاں تک دار شجاعت دے۔ کوئی ہم آؤ تیر
نیزہ کی انی یا تلوار کا وارہس کو ہمیشہ کے لئے موت کی ہند
سلا دیتا ہے۔ صبح سے دوپہر تک یہی نظر آتا ہے۔

یہاں تک کہ قاشم 'عون و محمد' علی اکبر اور عباس بھی خفت
ہو کر فوج مخالف کی طرف بڑھے اور ہاشمی شجاعت کے
جو ہر دکھا کر ہنس دیا سے گرا گئے۔

کبھی لاشیں اٹھائی کبھی رو دیئے

اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے

اب دن ڈھل رہا ہے۔ جیسے ایک فحشی لاش

سپر د خاک کر رہے ہیں 'ہنس شیر خوار جاہد کو ذرا غور

سے دیکھئے چہرہ کیا ہے کھلایا ہوا پھول اور گنا یا ہوا

چاند ہے 'کرتا اگلے ہوئے دودھ سے نہیں بلکہ خون سے

بھرا ہوا ہے۔ 'آہ کون سنگدل تھا جس نے چھ جینے کی

جان پر بھی رحم نہ کیا۔۔۔۔۔

آفتاب مغرب کی طرف ذرا اور بڑھا۔ سایے لمبے ہوئے

گئے۔ فوجیں چاروں طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئیں

سارا میدان غبار آلود ہے۔ تکبیروں کی آوازیں بلند ہو رہی

عزم کا مہینہ آگیا؟ اب ہر صداقت کو شل دل ماتم کردہ
بن جائے گا' اور ہر خدا پرست اور حق گو زبان یا لبتا کنا حکم
نفوذ و فزاعظما کہنے لگے گی۔

تاریخ کے آئینہ میں جب ہم سانچہ کر بلا کا منظر دیکھتے
ہیں تو پہلے تو ہم کو چند بوسیدہ خیمے دکھائی دیتے ہیں
جو دریا سے دور تپتی ہوئی ریت پر ایستادہ ہیں،

پھر ان تشنہ لب بچوں اور سو گوار عورتوں کی گلوگیر
آوازیں سنائی دیتی ہیں جن کو مصائب و آلام کے

و غور نے بے حواس کر رکھا ہے۔ اس کے بعد ایک مختصر سی

فوج نظر آتی ہے جو اپنے سردار کے حکم کی منتظر ہے۔ دن

چڑھتا جا رہا ہے۔ ہمارا درجہ جانا باز ساتھی ایک ایک کے

میدان جنگ کی طرف جاتے ہیں۔ فوجوں کی کالی گھٹا

میں تلواروں کی بجلیاں چمکتی ہیں، تیروں کا میغ برستا ہے،

خون کے ندی نالے بہ سکتے ہیں۔ مگر ایک آخرا یک ہی ہوتا

لے کر بلا کے شہید و اکاش ہم آپ کے ساتھ ہوتے

اور پس مسدہ انج کامیابی پر فائز ہونے کا شرف حاصل کرتے۔

پھر یہ کیا ہوا کہ طاغوتی قوتیں غالب آگئیں، ظلم و ستم بدار
نے کامیابی حاصل کی اور حق بے یار و مددگار رہ گیا۔ اور
یہ حسینؑ ہی کے ساتھ نہیں ہوا، بلکہ فوج، ابراہیمؑ، ذکریاؑ
بھی اور عیسیٰؑ سب کے سب دشمنوں کے ظلم و ستم سے پریشان
نالاں رہے۔ ایک طرف تو فرماتا ہے:-

لا غلبن اناور سلی (میں اور میرے فرستادہ یقیناً غالب ہیں گے)
اور دوسری طرف انبیاء و مرسلین کے مصائب کی دل ہلا دینا
دہشتانیں سناتا ہے۔ کیا تضاد و اختلاف کا یہ مظاہرہ
قرآن مجید کے منزل من اللہؑ ہونے کے دعوے کو شکوک
نہیں کر دیتا۔ لو کہ ان من عند غیر اللہ لو جد و افید خلافا
کثیراً (اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو
لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے)

اقتدار پرست اور سرایہ دوست انسان کسی شخص کی
کامیابی کا اندازہ اس کے ظاہری جاہ و جلال تسلط اور
اقتدار سے لگاتے ہیں۔ ان کے نزدیک سونے چاندی
کا ڈھیر یا قوت و الماس کا انبار آہن پوش فوجوں
کا ہجوم اور زیر نگین ملکوں کا طول و عرض جس قدر بڑھتا
جاتا ہے کامیابی میں اسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔

لیکن خدا کے نزدیک ملکوں کی تاخت و تاراج، خزانوں کی
لوٹ مار اور ایک قوم پر دوسری قوم کے تسلط کا نام فتح
نہیں۔ وہ بلند و برتر اور مغیہ و بہتر اصول زندگی کے غلبہ
کو فتح کہتا ہے۔ اور یہ غلبہ فوجوں کی مدد ہتھیاروں کے
استعمال اور کمزور سے نہیں بلکہ افہام و تفہیم، تعلیم و

ہیں۔ دیکھنا سامنے نیزے پر کیا چیز بلند ہوئی۔ یہ حسینؑ کا
سرباقدس ہے۔ لویخے تاراج کئے جا رہے ہیں، لاش
سارک پر گھوڑے دوڑانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

خام ہونے لگی، عرسد کے لشکر میں شادیاں
بج رہے ہیں۔ امام مظلوم کی خاک و خون آلودہ سپاہ
رن میں پڑی ہے۔ خیام اہل بیت کا کہیں نام و نشان بھی
نہیں۔ ایک ایک کر کے سب نذر آتش ہو گئے۔ صرف
راکھ کے چند ڈھیر نظر آتے ہیں۔ جن کے گرد داغ تہی
اٹھائے ہوئے چند بچے اور چند پریشان حال عورتیں
مصرف غم و اندوہ ہیں۔ ایک طرف خاک پر ایک بیار
غشی کے عالم میں پڑا ہے، بے بس و بیکس کارواں کا
اب یہی نگران و نگہبان ہے۔ نظر اٹھا کر ذرا سامنے
دیکھئے، نیزوں پر بہت سے سربلند ہو گئے، فوجی باجے
زور زور سے بجنے لگے۔ فرات کے کنارے ایک شامیانہ
کے نیچے عرسد کوئی پر بیٹھا ہے اور لوگ اس کو فتح و ظفر
کی مبارکباد دے رہے ہیں۔

کامیابی کا سہرا تو عرسد کے سر ہا، فتح و ظفر تو کوئی لشکر
کو حاصل ہوئی، پھر یہ دست بید، چشم پر غم عزاد اور سید کا
کی کس کامیابی میں حصہ لینے کی تکان دیتے ہیں۔ خدایا تو نے
فرمایا تھا۔

انصرب اللہ عم الغلبون (بیشک اللہ کی فوج غالب آتی ہے)
انالصر رسلنا والنبی آمنوا فی الحیوة الدنیا (ہم یقیناً اس
دنیا میں اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی نصرت کرتے ہیں)

تلفین اور تبلیغ و فتویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ کنوستان اور ملک گیر تیر و شیراز، قہر و قہنگ، سلب و تنہا قید و بند اور ہر وقت قتل کے سامانے کر بچتے ہیں۔ مگر دل کی دنیا، من کے سنار اور کائنات قلب کے تسخیر کرنے والوں کے پاس صبر و استقامت، ایثار و قربانی اور فیضانِ نفس و وسعتِ نظر کا تاج گرانا ہی ہوتا ہے۔ ملک گیر کی عظمت ظلم و ستم کے نت نئے مظاہروں سے قائم ہوتی ہے اور دل کی دنیا میں انقلاب لانے والے اپنی عظیم انظروں برداشت کے ذریعہ سے اپنا سکہ جھاتے اور سر بلندی حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر پرست دنیا سکنہ بنی بال، چنگیز، ہلاکو اور نپولین کو کامیاب انسان سمجھتی ہے مگر خدا فرماتا ہے: **وَالْحَصْحَمَةُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَآكْفِرًا** **أَعْمَدُوا عَلَى الصَّلٰتِ وَآتُوا الصَّلٰتَ وَآتُوا الصَّلٰتَ بِالصَّبْرِ** زمانہ شاہ ہے کہ سارے انسان گھائے میں ہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے، عمل صالح، بحالائے اور حق اور صبر و استقامت کی لوگوں کو تلفین کرتے رہے) اس آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کیجئے۔ دیکھئے خداوند عالم ہڈی دل لشکروں کے جرنیلوں، قاروں صفت سرمایہ داروں اور فرعون اعمال شہنشاہوں کو کامیاب انسان نہیں کہہ رہا ہے وہ تو سب گھائے میں ہیں۔ کامیاب صرف وہ ہیں جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں، عمل صالح کا خزانہ رکھتے ہیں اور صبر و استقامت کی فوجیں ان کے ساتھ ساتھ ہیں وہ نہ صرف خود مایوس کر رہے ہیں بلکہ دونوں کو اس صراطِ مستقیم پر چلنے کی وصیت و نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ زمین تاج

زیب سر کرنے والے، جو ہر نگار تخت پر بیٹھے والے دولت و صبر و استقامت رکھتے ہی نہیں تو دوسرے کو دیں گے کیا۔ سربلک علموں کی رنگین فضا میں ناز و نعم سے پلنے والوں کو صبر و استقامت اور ایثار و قربانی سے کیا کام۔ یہ جو ملہ تو ان شہد ار راہ خدا کا ہے جو شروع ہی سے سختیاں جھیلنے کے عادی بنتے ہیں اور زمانے کے سرد گرم اور نشیب و فراز کا تجربہ ان کو پختہ کار بناتا ہے ایمان و ایقان کی جو حرارت ان کے قلوب کو گرماتی ہے اس کا اثر ان کے پاس بیٹھے والوں پر بھی پڑتا ہے اور یوں شیخ سے شیخ اور چراغ سے چراغ روشن ہوتا چلا جاتا ہے (تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر)۔ فرات کے کنارے حسینؑ اور ان کے سرفروش صحابہ پر ایک نگاہ ڈالئے۔ تین شب و روز کی بھوک اور پیاس نے ان کے عزم و ارادے میں تزلزل نہیں پیدا کیا۔ رنقار کی قلت، اسباب و ذرائع کی کمی، فوج غافل کی بے رحمی اور بے آئینی صاف بتا رہی ہے کہ موت قریب ہے۔ مگر نہ ان کے چہرے پر اداسی ہے نہ اضمحلال بلکہ جیسے جیسے مصائب و آلام کا ہجوم بڑھتا جاتا ہے ان کا چہرہ فرط ذوق و شوق سے تپتا ہے لگتا ہے۔ اللہ اشہ کی کا حوصلہ ہے کہ تیروں کی بارش اور تلواروں کے سایہ میں اس طمانینت و سکون سے نماز ادا کرے۔ زخمی ہاتھوں نے جلتی ہوئی خاک پر تیمم کیا اور خون آلودہ پیشانیاں مجروح و بیکس امام کی اقتدا میں سجدہ خالق میں جھک گئیں۔ سامنے فوجوں کا غل و شور اور جنگی باجوں کی آوازیں تھیں اور کچے خیام اہل بیت کا دلہ وز اور روح فرسا

کشتہ قلب پر ہسی کا علم لہرا رہا ہو۔ عرب کے مشہور شاعر
فرزدق نے غلبہ حق کی تصویر کشی کس خوبصورتی کے ساتھ
کی ہے:-

تمو لا میں نے اہل کو نہ کوہس حال میں چھوڑا ہے
کہ دل ان کے آپ کے ساتھ اور تلواریں یزید
کے ساتھ ہیں:-

تاریخ کے صفحات دیکھئے۔ امام حسین علیہ السلام کے غلبہ کا
اس سے زیادہ ثبوت کیا ہوگا کہ جس تخت سے ان کے قتل کا
فرمان صادر ہوا تھا اسی تخت پر ان کے حقوق کا اعتراف کیا گیا۔

زادشام کے رسوائے عالم - یزید کا دور ختم ہو چکا
اب دمشق میں معاویہ بن یزید کے جشنِ تخت نشینی کی تیاریاں
ہو رہی ہیں۔ قبیلوں کے سردار، فوجوں کے جرنیل، امرار
اور دسار دربار میں جمع ہیں ہر ایک کی نظر ہر سرسراکی طرف
لگی ہوئی ہے۔ یکایک پردہ اٹھا اور ہونے والے خلیفہ برآمد
ہو گئے۔ دربارِ حل و عقد نے ان کو ہاتھوں ہاتھ مسند
تک پہنچایا اور مناسب و برعمل تمہید کے بعد عنانِ خلافت
سنجھانے کی درخواست کی۔ معاویہ نے باجتم پر ہم و آواز
گلو گیز حسب ذیل اعلان کیا:-

”لوگو! میں آپ کا منون ہوں کہ آپ مجھ کو ایک
عظیم الشان سلطنت کا وارث بنا رہے ہیں، مگر
میں اپنے آپ کو اس منصبِ جلیل کا اہل نہیں سمجھتا۔
یہ بنی ناطقہ کا حق ہے، میرے باپ دادا نے اس کو
غصب کر لیا تھا۔ ان کے نقش قدم پر چل کر میں
اپنے آپ کو جہنم کا کندہ نہیں بنانا چاہتا۔ اس

نظر تھا اور ان غازیوں نے اس خضوع و خشوع کے ساتھ
سجدہ خالق کو تمام کیا کہ نہ باجے ان کی توجہ کو جذب کر کے
نہ خیام کا حشرناک نظر، نہ تیروں کا خوف ان پر غالب آیا
اور نہ زخموں کی شدت نے ان میں کمزوری پیدا کی۔ دنیا
تاقیامت ایسے امام پر ناز کرے گی کہ جس نے فوجوں کے
زرغے اور تلواروں کے سایہ میں بھی ناز جماعت پڑھائی اور
عصر کے وقت جب جماعت کو موت کے خاک ہاتھوں نے
تھپک تھپک کر سلا دیا تو تھا آخری سجدے کے لئے ہر آنچہ
میں جھک گئے۔ سلام اللہ علیٰ آلہمیں والد و ابائہ

خدا نے اپنے اور اپنے رسولوں کے جس غلبہ کا ذکر کیا
ہے اس کا راز دشتِ کربلا ہی میں عیاں ہوتا ہے۔ حسین
کے میدانِ عمل میں آنے سے پہلے قوتِ پرستی کا مرض عام
ہو رہا تھا۔ ہر وہ شخص جو چند زر پرست فوجوں کی مدد سے
مادی غلبہ حاصل کر لیتا تھا، ماوریں اشد بن بیھتا تھا۔
حسین نے اپنا اور اپنے رفقا کا سرگٹا کر ظاہری طور پر شکست
کھا کر یہ بتا دیا کہ اصول کی فتح مادی قوتوں کی محتاج نہیں،
الحق یلو ولا یبلی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دولت و ثروت،
حکومت و سلطنت ہمیشہ حق پرستوں کے ہاتھ میں رہی ہو
اور راست بازوں اور صداقت شناسوں کے علم ہمیشہ مرلند
اور باطل پرستوں اور ناحق کوشوں کے جھنڈے ہمیشہ
سرنگوں ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ غلبہ حق کے معنی یہ ہیں کہ گو
زبانیں اس کا انکار کرتی رہیں سرس کے سامنے جھکنے سے
بیزاری ظاہر کریں۔ مگر دل کی دنیا اسی کی طرف مائل ہو اور

صلح نامہ کی رو سے جو میرے دادا معاویہ اور
امام حسن کے درمیان ہوا تھا یہ حکومت امام حسن
کا حق تھی، انیسویں صدی میں موجود نہیں
اب میں ان کے فرزند علیؑ کو اس منصب کا مستحق
سمجھتا ہوں۔

یہ کہہ کر معاویہ بن زید حرم سرا کی طرف چلے گئے اور حاضرین
ایک دوسرے کا منہ نکتے رہ گئے۔

آج معاویہ بن ابی سفیان ہوتے اور دیکھتے کہ وہ سب
جو انھوں نے خدا اور رسولؐ کا مقابلہ کر کے قائم کی تھی، جس کو
خاندانی میراث بنانے کے لئے انھوں نے زمین و آسمان ایک
کر دیئے تھے۔ جس کی بنیادی مضبوط کرنے کے لئے ہزاروں
مسلمانوں، سیکڑوں صحابہ اور بیسیوں بنی ہاشم کا خون
بھانا پڑا تھا، اس وقت ان کے گھر سے نکل رہی ہے۔ خیر عورت
تو کیا رہتی کہ یہ ڈھلتی ہوئی دھوپ کی طرح ہے، خاندان تک
کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور چند سال کی رنگ رلیوں کا کفارہ
اس طرح ادا کرنا پڑا کہ ان کا اور ان کے خاندان کا نام گال
کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ دوسری طرف آل محمدؐ کو دیکھئے
وہ آج بھی دنیا کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ ان کا جاہ
جلال لازوال ہے اور غلبہ استیلا و دائی۔ جن لوگوں نے
کر بلا نجف، کاظمین اور شہد میں ہاشمی و فاطمی دربار دیکھے
ہیں وہ۔ انا نصر رسولنا و الذین آمنوا فی الحیۃ الدنیا کی صدا
کا اقرار کرتے ہیں اور جو لوگ دمشق میں معاویہ اور یزید کے
مرگھٹ کی کس پرسی اور ذلت و خواری کا نظارہ دیکھ
چکے ہیں وہ لاغلبین انا و رسولی اور حزب اللہ بنی علی بن

کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں۔
بے بصیرت ہیں وہ لوگ جو ساکھ کر بلا کو فوجوں کی جنگ
سمجھتے ہیں۔ وہ تو دراصل دو متضاد و مخالف طریق فکر
کی آویزش تھی۔ ایک طرف وہ مقدس و تبرک ذات
تھی جو اللہ کو کائنات کا خالق اور قاذن ساز اور قرآن شریف
کو دستور حیات سمجھتی تھی، دوسری طرف وہ بے باک آدمی تھا
جو بادشاہ کو مالک ارض اور اس کے منہ سے نکلے ہوئے
حکم کو قانون تصور کرتا تھا۔ فرات کے کنارے بنلا ہر نیزے
بلند تھے، تلواریں چمک رہی تھیں، تیر چل رہے تھے، گھوڑوں
کے ہمنانے، فوجی نعروں اور جنگی باجوں کے شور میں
کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، مگر دراصل صرف دو
متضاد نظریے اور مخالف اصول حیات ایک دوسرے
سے برسرِ پیکار تھے، اگر شکست و فتح کا اندازہ مادی نقصان
سے کیا جاتا ہے تو حسینؑ کو یقیناً شکست ہوئی۔ ایک عابد
بیاض چند بچوں اور عورتوں کے سوا ان کے طرفداروں میں
کوئی باقی نہ بچا۔ ان کے نیچے جلاد دیئے گئے۔ سامان لوٹ لیا
گیا اور ان کے بچے کچھے اعراسیر ہو کر دربارِ عام میں پیش کیے گئے
لیکن اگر یہ سچ ہے کہ میدان جنگ کا نقصان اخلاقی اور
تخلیقی قوتوں کو برباد کر دیتا ہے، زندگی فنا سے نا آشنا ہے
اور نقش حیات مٹ مٹ کر ابھرتا ہے، تو حسینؑ نے جو کچھ
کھویا اس سے زیادہ پالیا۔ ان کی اس دردناک اور مظلومانہ
شہادت نے عالمِ اسلام ہی نہیں بلکہ ساری متمدن دنیا میں
ایک آگ سی لگا دی، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہر دل ان کی دہستان
مصیبت مستکڑ پا اور ہر آنکھ ان کے مصائب پر گریاں ہوئی۔

آج جو دنیا آزادی کے چند سانس لے رہی ہے اور علم و عرفان کی جو تھوڑی بہت روشنی نظر آ رہی ہے وہ اسی شہادتِ عقلی کا صدقہ ہے۔ حسین شہید نہ ہوتے تو ساری دنیا یزیدی ہو جاتا۔ کو تسلیم کر لیتی اور بزمِ انسانی پھر اسی تاریکی میں ڈوب جاتی جس سے اسلام نے ہن کو نکالا تھا۔

یہ ہے وہ فوزِ عظیم جس پر حسین قاکر ہوئے اور جس پر خائز ہونے کی آزدو آج تک ہر خونِ دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔

یا لیتنا کا معکم فنفیہا عظیم

دماغ بے چین ہو گئے، احساسات میں اضطراب اور جذبات میں تلاطم پیدا ہوا۔ پہلے تو دم گھٹنے لگا پھر سانس میں آگ کی سی گرمی پیدا ہوئی۔ خون گر مایا اور کھولا اور لوگوں کو چیر کر اُچلنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور ایک سے دودو سے تین اس کیفیت سے متاثر ہوتے گئے یہاں تک کہ غم و غصے کے یہ جذبات جب عام ہو گئے تو انقلاب ایک سخت دھماکے کی شکل میں نمودار ہوا، قوتیں ٹکرائیں، اجسام متصادم ہوئے، فضا یا نثاراتِ بحیں کے نعروں سے گونجنے لگی، نظامِ کھنڈ کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں اور زندگی کے نئے سوتے چھوٹ نکلے۔

مسلم ماتم (جزء)

مولفہ سید نصیر امام نصیر زیدی الواسطی بی اے
(ابن ابی القاسم نصیر زیدی الواسطی مولف مقتل سادات و چہستان محمد پر خزاں)

نظم و نثر کی بیس معرکہ آرا مجالس کا ایسا گراں قدر مجموعہ جو مومنین اور مومنات کی مجالس کے لئے باعثِ ذہانت ہے جس کا ہر ہر فقرہ اور مصرع قلوبِ مومنین کے لئے تیر و نشتر ہے۔ انشا اللہ کوئی مجلس خالی نہ جائے گی بلکہ درودِ دیوار سے گریہ و زاری کی وہ صدائیں بلند ہوں گی جو ہمدہء عالم کے قلبِ صد پارہ کیلئے مرہم کا اثر رکھتی ہیں۔ کاغذ کی انتہائی گرانی بلکہ نایابی کی وجہ سے صرف پانچ سو جلدیں طبع کی جاسکیں اسلئے آج ہی طلب فرمائیں ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر فرمائی تو ہمیں عذرت کرنی پڑے گی۔ قیمت فی جلد دو روپے (چار) پتہ:۔۔۔ منیجر مطبع یوسفی دھلی

سلام

شاعرِ اہلبیت سید اولادِ حسین صاحبِ سجادِ مرحوم فدا شدہ مرقدہ آپ پر گو شاعر تھے غزل میں
جلال لکھنوی اور مرثیہ میں ثابت جو پوری کے شاگرد تھے آپ کی تصانیف میں سے
ساغرِ محبوبی۔ آئینہ نام اور واسوختِ سجاد شائع ہو چکی ہیں۔ داعی اجل آپ کے مرثیہ کے
شائع ہونے میں مانع ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں آپ مرضِ انفولزہ کے شکار ہو کر حجابِ بدی میں روپوش
ہو گئے آپ کے خلفِ بعدِ صدقہ ڈاکٹر یحییٰ منظور صدیقی تخلص بہ منظورِ فضلہ مرثیہ گو ہیں۔ وطنِ فرخ آباد
مروم نے سکونت رائے پوری پی میں اختیار کی تھی۔ قادیان کراچی ہندوستان کے مرحوم کا موصوف
کو ایک سورہ نادمہ سے شاد فرما دیں۔

علیؑ اللہ ہے مولا علی مرتضیٰ تم ہو
نبیؑ نے درمیان دو کمان دیکھا کیا تم ہو
خدا نے تیغِ نبیؑ بھی اس لئے دستِ خدا تم ہو
ادھر مطلوب ادھر طالب علیؑ ابنِ ابیطالب
نبیؑ کے بعد تم محبوبیت میں نقشِ ثانی ہو
اسی باعث نہ اولادِ زینہ چھوڑی حضرت علیؑ
خدا کے گھر میں تم پیدا ہوئے یہ خوف ہے جھکو
چڑھا کر اپنے کاندھے پر نبیؑ نے کر دیا روشن
شجاعتِ خودی کہتی ہے کہ ہر غالب پہ غالب ہو
تھیں جبریل سے استاد نے استاد مانا ہے

میرے مشکل کشا سجاد کو دکھلا دو وہ جلوہ
سر اس کا ہو وہ ڈیوڑھی ہو جہاں رونقِ فراتم ہو

تیرے قبضہ میں رہا ناخستربیدان وفا

(از جناب سید لائق علی صاحب ہنسر لکھنوی)

تیرے قبضہ میں رہا تاخستربیدان وفا
تیرے افسانے سے ہے رنگین دامن وفا
خون سے شاداب ہے تیرے گلستان وفا
اے بنی ہارشم کے چاند لے ہوتا ہاں وفا
ہے تراہر قول اک تفسیر قرآن وفا
تیرا ہر قطرہ لہو کا ماہ تابان وفا
فرش سے تاعرش پھیلا نورایمان وفا
وہ غلامان وفا ہیں تو ہے سلطان وفا
دلبر زہرا علی کے نعل اے جان وفا
فخر فردوس بریں ہے تیرا ایوان وفا
یہ کھلیں ہیں پھول ہر شادابستان وفا
دوئیں گے تجھ کو یہ کہکر جانثاران وفا
تھایہ الفت کا تقاضا تھی یہی شان وفا
پانی نہج جائے کہ پیاسی سے ہے پیمان وفا
یوں کیا اہل ستم نے خون ارمان وفا
یا برستا ہے فلک سے ابر نیسان وفا
ہے ترے آغوش میں گنج شہیدان وفا
عرش سے جا کر ملی ہے حد امکان وفا

اے زہے عباس اے شیر نیستان وفا
ذرہ ذرہ یہ لب ساحل کا دیتا ہر صدا
تو نے جنگل کو بنایا فخر گلزارِ ارم
تو نے دنیا کے حقیقت میں اُجالا کر دیا
ہے تراہر فعل تعلیم امامت کا سبق
تیرا ہر نقش عمل راہ محبت کا چراغ
تیرے در پر سجدے کرتے ہیں جن ابن ملک
کیوں نہ اپنا سر تجھ کا یں تیرے در پر اہل دل
سرخ افسانہ اہل وفا ہے تیرا ذکر
عرش سے بہر زیارت آتے ہیں حور و ملک
داغ ماتم کے نہیں ہیں سینہ عشاق پر
ہائے شیدائے سکینہ ہائے عباس جری
نہر پر جا کر نہ اک قطرہ پیا پیا سا رہا
شانے کٹنے پر بھی تھا تجھ کو سکینہ کا خیال
وائے حسرت تیرے مشک سکینہ چھد گئی
آنکھ سے آنسو ٹپکتے ہیں غم عباس میں
گو ہر اشک غزا اے کربلا تجھ پر نثار
اب فلک سے ہو گئی ادبھی زمین کربلا

قبر سے اپنے ہنسر کو بھی بلا لینا ضرور

جب بلائے جائیں محشر میں غلامان وفا

شعبہ بچوں کا ترانہ

(از شاعر آل محمد جناب سید قائم رضا صاحب نسیم خیلہ)

(ہم چند احباب سے اپنی اس نظم کا ذکر کر رہے تھے جو سر فراز عزم نبر میں اشاعت کے لئے بھیجی ہے۔ برخوردار نسیم حیدر سلمہ (جو مرثیہ آٹھ برس کے ہیں اور ابھی سے ہماری پیش خوانی میں نہایت مباحی کے ساتھ نمبر پر باعیاں پڑھتے ہیں) ہماری گفتگو سن کر بولے کہ ہم بھی اپنے شعر و محرم نبر کے اخبار میں چھپوائیں گے۔ چنانچہ ہم نے ان کے لئے چھوٹی مجرا اور آسان لفظوں میں شعبہ بچوں کا ترانہ لکھا ہے جو اب ان کے نبر میں اشاعت کیلئے بھیجا جا رہا ہے۔ نسیم) — (ہم جناب نسیم کا دلی شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ وہ سوٹ نے ابو الفضل العباس نبر کے لئے شعبہ بچوں کا ترانہ روانہ فرمایا ہے۔ قارئین نظارہ کو چاہیے کہ اس ترانہ کو ہر شعبہ بچہ کو زبانی یاد کرا دیں۔ — (نقل)

قدم ہر بلا میں جمائے ہوئے ہیں

حوادث سے بچہ لڑائے ہوئے ہیں

کہ ظلم و ستم تلملائے ہوئے ہیں

یہ عباس سے درس پائے ہوئے ہیں

کہ اکبر کو دل میں بسائے ہوئے ہیں

یہ صغر کے رستے بتائے ہوئے ہیں

جو سیفِ خدا کے پڑھائے ہوئے ہیں

جو سزاہ حق میں جھکائے ہوئے ہیں

جو دل کر بلا سے لگائے ہوئے ہیں

مصائب کی آنکھوں میں ڈالے ہیں آنکھیں

کچھ اس ہم سے دبا یا ہے ہم نے

مقدّر پلٹتے ہیں باز دہمارے

سانِ الم کیوں نہ سینوں پہ روکیں

ہر اک تیغِ غم کھائیں اور مسکرائیں

سبق ہم کو دیتے ہیں عون و محمد

جھکیں گے وہ کیا اہل باطل کے آگے

ہماری اذانوں کے پُر جوش نعرے	خدا کی خدائی پہ چھائے ہوئے ہیں
نمازوں کا بیخ - ولا کا پھر ہرا	یہ عظمت کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں
اُبلتے ہیں دل سے تو لا کے چشمے	کہ سینے سے قرآن لگائے ہوئے ہیں
عرب کے دلوں پر ہمارا ہے رسد	عجم بھی ہمیں آزمائے ہوئے ہیں
بھڑک کر جو باطل کا خرمن جلا دے	وہ آگ اپنے دل میں دبائے ہوئے ہیں
ترقی کے گل چُن رہا ہے زمانہ	یہ گلشن ہمارے بسائے ہوئے ہیں
چراغ حقیقت ہوا جسے روشن	اسی شمع سے لو لگائے ہوئے ہیں
بُھلایا جنھیں دل سے دنیائے اکثر	وہ اب تک دلوں میں سمائے ہوئے ہیں
انہی کی تارسی میں بنتی ہے قسمت	جو ایساں کی بگڑی بنائے ہوئے ہیں
پیام عمل گرم آنسو ہمارے	یہ قطروں میں طوفاں سمائے ہوئے ہیں
کیا ہم نے انساں میں احساس پیدا	یہ مڑے ہمارے جلائے ہوئے ہیں
نسیم اللہ اللہ یہ ذوقِ تصوّر	کہ خاروں میں ہم گل کھلائے ہوئے ہیں

فتیانِ اصباح

(از جناب مرزا خدا علی صاحب خیر لکھنوی)

کرتے جاتے ہیں۔ شاید اُن کے عقل و ادراک سے بے نیاز
داغوں میں اس باطل خیال نے گھر بنالیا ہے کہ ضرورت
سے زیادہ بڑھی ہوئی سختیاں مستقل انسان کو بھی مضطرب بنا
سکتی ہیں! لیکن
تجربات کی بہترین کسوٹی خدا دشمنوں کی بھڑائی ہوئی تدبیروں
کو غلط ثابت کرتے ہوئے اُن کے جابرانہ جذبات
میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دیتی ہے۔ وہ پاگل گیدڑوں
کے مانند غم کو کر کے شہی بھریاں بارود پر ٹوٹ پڑتے ہیں
ان کی خوں نشان تلواریں جگر شکست نیرے دل شکن
سوفار اور مختلف اقسام کے حربے من کو شوں پر عام
ہو جاتے ہیں جس سے غمناک قتال میدانِ حشر کا نمونہ
بن جاتا ہے۔

یہ سخت وزہرہ گداز حملے بھی اپنا زور و شور ختم کر کے
ختم جاتے ہیں، جیسے متلاطم سمندر کی نلک بوس موجیں
ساحل سے سرسبز انکار کے فنا کی آغوش میں آسودہ
ہو جاتی ہیں لیکن ساحل چٹانوں کے سکون و ہتھکام
میں کسی قسم کا ہرج واقع نہیں ہوتا۔

باطل کی حمایت میں جانیں لڑانے والے اپنی ناکام کوششوں
کا جوش و ولولہ فنا کرنے کے بعد ناشاد و نامراد پسپائی

حق و باطل کا حشر خیز معرکہ بڑا کے آتش ناک اگیتا
میں اپنی مجموعی ہولناکیوں کے ساتھ جاری ہو چکا ہے۔
آفتاب کے آتش بار سائے میں حق و صداقت کے
انے گئے چند تلاشی اپنا پاک ہویا پانی کی طرح بہا بہا کر
مردانگی کے مدیم الفیض جو ہر پیش کرنے میں کچھ ایسی
بے جگری سے مشغول ہیں کہ انھیں تین شبانہ روز کی جھوک
پیاس سست کر سکی ہے نہ باطل فواردوں کی بڑھی ہوئی
طاقت مرعوب کرنے میں شہ بھر بھی کامیاب ہو سکی ہے
ایک حوصلہ افزا دلولہ ہے جس نے اُن سرزدشوں کی
جاں نثاری و فداکاری کے شریفانہ جذبہ میں قیامت
کا جوش و ثبات پیدا کر دیا ہے اور وہ عروس
شہادت کے شوق طلب میں دیوانہ وار آتش حربے
ضرب میں پھانڈ پھانڈ کر دشمنوں کی ایمان کش تلواروں
پر گلے رکھ رہے ہیں!

ان جو افرادوں کے برخلاف ظاہری فتح و ظفر کے
خواہش مند و حسیانہ ظلم و استبداد اور انسانیت یوز
مظالم و بربریت کی نمود و نمائش میں عود نہمک ہو کر
اقتضا کے آدیت کو بھی فراموش کر بیٹھے ہیں! —
وہ عفریت خوی اور درندگی کے مظاہرات میں ہر مکن فساد

اختیار کر لیتے ہیں اور جیسی تربیت کے پروردہ ماتھے سے پسینہ
پچھ پچھ اور آلات جنگ سنبھال سنبھال کر جوابی حملے کی
تیار یوں کا انصرام جاری کر دیتے ہیں۔

دنیا کا یہ میرا عقول واقعہ محرمِ شہدہ کی دسویں صبح
کو فریضہِ اہل ادا کرنے کے بعد شروع ہو کر چار گھنٹہ دن کے
نہا سس آلِ مبا کی شہادت پر ختم ہوا تھا۔ ایک طرف پیغمبر
آخر الزماں کا نواسہ دینِ حق کی حفاظت و بقا کا بیڑا اٹھائے
صرتِ بٹریں بڑھوں جوانوں اور بچوں کی مختصر تعداد کے
ساتھ سفینِ بھائے تھا۔ اُس کے مقابلے میں آلِ ابی سفیان
کے جابر و قاتل ہر شاہِ یزید بن معاویہ کا حلقہِ گوشِ لشکر جلد
طاغوتی حربوں سمیت صف آرا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ کھوکھا درندہ صفاتِ بدویوں سے
بہتر مردِ دشمن کی بے باکانہ جنگ خاکدانِ ہستی کا عجوبہ روزگار
کارنا نہ ہے جس پر تاریخِ عمارات ہمیشہ فخر کرتی رہے گی
تا ہم کثرت و قلت کا غیر متوازن تقابل دنیا کے اس عجیب
غریب محرکہ کو تا چند جاری رکھ سکتا تھا؟

لاکھوں کی تعداد میں ہزاروں کی کمی بھی کوئی خاص کمزوری
ظاہر کرنے کی روادار نہ تھی۔ اُس کے برخلاف نبی زادے کے
لشکر میں دس پانچ کی شہادت بھی نمایاں کی پیدا کر دیتی تھی
اور مخالفین کی جراحاتیں پس کمزوری کے احساس سے افزودہ
ہوتی تھیں۔ یہ اپنے بزدل سپاہیوں کو دروغ آئینہ نقروں
سے ابھارا بھار کر اسلامی ندائیوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب
نہیں دیتے تھے۔ اُن کا ہر ایک حملہ سیلابِ عظیم کی طرح شروع
ہو کر دس پانچ جاہدین کی شہادت کا موجب ہو جاتا تھا۔

دن اپنی معمولی رفتار سے بڑھ رہا تھا۔ لو کے تند و تیز چھونکے
ریگستان کو بلا کے تاب ناک ذروں کو نمی نمی چنگاریوں کی
طرح اڑا اڑا کر جنگ آزماؤں کے بے نظیر صبر و استقلال کی
آزمائش میں مشغول تھے۔ فریقین کے لشکری اپنے اپنے عزائم
کی تکمیل کے لئے سردھڑکی بازی لگائے تھے لیکن ظلم و مظلومت
کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا تھا۔

رہائی کی آگ تیز سے تیز تر ہو گئی۔ حینی سپاہ کا ہر
سپاہی امام کے قدموں پر جان فدا کر دینے کو بیقرار ہو گیا
یُشمن کے مسلسل حملوں نے نصف سے زیادہ جاں بازوں کو
صراطِ شمشیر و سنان سے گزار کر جنتِ انعم میں پہنچا دیا۔
بقیۃ السیف جاہد آگے جانے والوں کی پیروی میں ایک
دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔

دو پہر ڈھلنے والی تھی نصف النہار سے سورج کی
آتشیں کرنیں زرمیوں کی کریموں کو انگاروں کی طرح
دھکا دہی تھیں۔ شامی سپاہ باوجود سیر و سیراب ہونے
کے ہنگامہ کارزار کی تباہ و تابش سے بدحواس ہو رہی تھی
لیکن اُن جوانِ مردوں کا صبر و تحمل حیرت آفرین ہے جن پر
بے رحم شایوں اور کوفیوں نے تین روز سے آب و غذا
بند کر دی تھی۔ اُن کی مڑھائے ہوئی اور پٹرائے ہوئے
اگرچہ اُس شدت کی آئینہ داری کرنا چاہتے تھے جو منتہائے
بھوک اور پیاس میں زیرِ موسمی حدت و حرارت سے اُن کے
قلوب پر طاری ہونا چاہیے مگر وہ اطاعت و وفا کو شامی
کے اکمل ترین علم بردار ہر ممکن کوشش سے روحانی بحالی

کو چھپانے اور قلبی سکون و اطمینان ظاہر کر میں مشغول تھے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ نبی زادے کی رفاقت کے بڑے ہوئے جوش نے اُن کے لئے ہر بلا کو خدا کی بہترین نعمت بنا دیا تھا۔ وہ ہر مصیبت کو انعام الہی جان کر طیب خاطر سے قبول کرتے تھے۔ تیغ و تفلک کی جراثیم کو بچوں کی بدھیوں کی طرح زیب گلہ کرنے میں مطلق باک نہ کرتے تھے۔ انھوں نے کس راز کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عشرہ محرم کا یہ دن مل اور حصولِ ثواب کا دن ہے۔ آج ہر شخص بقدر جو صلہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ جس بدبخت نے سستی و غفلت کو دخل دیا وہ محروم رہا۔

غروب آفتاب کے ساتھ ہی عمل کا دروازہ بند ہو جائیگا یہی وہ وجہ تھی کہ وہ فیروں کے رد کے رکتے تھے نہ تلواروں کے تھامے تھمتے تھے۔ تیروں کا ادھادھند بارش میں بے خطر بڑھنے ہوئے دشمنوں کی صفوں پر جا پڑتے تھے۔ اُن کا یہ جذبہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ جو جو دن بڑھتا تھا اُن کی سرفروشانہ سعی ترقی کرتی جاتی تھی۔

اسی حق آگاہ جماعت میں عابس بن ابی شیبہ شاکری بھی تھے۔ جو اپنے غلام شوزب بن عبد اللہ کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہو کر مکہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت سے ایک لمحہ کے واسطے بھی جبرائے ہوئے تھے۔ اُن کی طبی شرافت اور خاندانی شجاعت نے چشمِ زدن کے لئے بھی گوارہ کیا کہ اپنے ہنس و عرس کی خلاف ورزی کریں جو کوفہ میں مسلم بن عقیل کے سامنے ایک تقریر کے ذریعہ کیا گیا تھا کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں

کی نسبت کچھ بتانا نہیں چاہتا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اُن کے دلوں میں کیا ہے؟ میں آپ کو ان کے باب میں مبتلائے فریب کرنا نہیں چاہتا میں تو خدا کی قسم آپ کو وہ بات بتانا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے۔ بخدا مجھے جب آپ طلب کیجئے گا میں آپ کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار رہوں گا اور آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے ہم نبرد ہوں گا اور اپنی اس تلوار سے آپ کی حمايت میں جہاد کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اس سے میرا منشا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ جس طرح عابس کی شرافت و نجابت ضرب المثل تھی ویسی ہی اُن کے قبیلے کی شجاعت و بسالت شہرہ آفاق تھی۔ یہی باعث ہے کہ عراقی و مجازی اُن کی جماعت کو "فتیان الصباح" کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ صبح کی ناز پڑھنے کے بعد سے اب تک انھوں نے جگر گوشہ رسول کی حمایت و طرفداری میں کافی کدو کاوش کی تھی۔ متعدد حملوں میں جراثیم بھی کھالی تھیں تاہم کسی طرح کا ضعف ظاہر نہ کیا تھا لیکن اب جنت کی خواہش اور کوفہ کی طلب مجبور کر رہی تھی کہ جلد سے جلد جان نثاری کا فریضہ ادا کر کے باہر سے سبک دوش ہو جائیں۔

عابس اسی فکر میں غلطان تھے اُن کا و نادار و عزیز غلام شوزب بھی اُن کے قریب ہی ہستادہ تھا۔ اس کے دل میں بھی وہی خیالات موجزن تھے جنھوں نے اس کے آنگو

علہ وقت صبح کے جو انبرد۔

سر پہ گریبان کر رکھا تھا۔ دختہ عباس نے کسی خیال سے سرائٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر پس و پیش چپ رہت نگاہ کی اور شوق سے توجہ ہو کر نہایت متین و پر عزم لہجہ میں سوال کیا۔

”کیوں شوق؟ تمہارا کیا ارادہ ہے؟“

”ارادہ کیا ہے؟ شوق نے خود اپنے خود بانہ عرض کی۔“ یہی کہ آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر فرزند رسولؐ کی نصرت میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں۔“

”شاباش! مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔“

عباس نے خوشخودی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا! تو پھر آگے بڑھو اور امام کے قدموں پر جان نثار کرو کہ امام بھی تمہاری مصیبت اُسی طرح دیکھ لیں جیسے دوسرے نامصوب کی مصیبت دیکھی ہے اور میں بھی تمہارا غم برداشت کر کے ثواب کا مستحق ہو جاؤں۔ شوق! اگر اس وقت

کوئی ایسا آدمی میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے تم سے زیادہ حق و اختیار ہوتا تو یقیناً میری خواہش و خوشی یہ ہوتی کہ وہ میرے سامنے عرصہ قتال میں جا کر جہاد کرے اور میں بھی مصیبت برداشت کروں کیوں کہ آج کا دن تو ایسا ہے کہ جتنا انسان سے ہو سکے اتنا اجر و ثواب حاصل کر لے۔ آج کے بعد پھر عمل کا دفتر ختم اور حساب کے سوا کچھ نہیں ہے۔“

”آپ نے بہت سچ فرمایا یا سیدی!“ شوق نے کہا اور آگے بڑھ کر امام کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر اجازت حاصل ہونے پر شادشاہ دہلی گاہ کی جانب چل کھڑا ہوا۔ جس طرح ضیفم شکار پر حملہ آور ہوتا ہے وہ صفوف دشمن پر

جا پڑا اس کی تلوار برق جھنڈ بن کر باطل کو شون کو خاکستر کرنے لگی۔ ہر چند بھوک پیاس اور پیروں کی مسلسل جنگ نے اس کے بازوؤں میں نقاہت پیدا کر دی تھی لیکن جنت کے بڑھے ہوئے اشتیاق نے سادی کس دور کر دی۔ حریف اس کے دلیرانہ حملوں کی تاب نہ لا کر سامنے سے سرکنے لگے۔

کچھ حیلہ طراز بزدلوں نے چھپ چھپ کر پشت کی جانب سے وار پر وار کر کے زخمی کرنا شروع کیا۔ اس طرح بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو سیکڑوں کی تعداد نے مل کر تنہا مجاہد کو زخموں میں اسیر کر لیا۔ یہ لڑائی دیر تک جاری نہ رہ سکی بیسیوں نیروز بیسیوں تلواروں اور سیکڑوں نیروز نے شوق کے زخم خوردہ پیکر کو پاش پاش کر دیا۔ رفتہ رفتہ زندگی کی طاقت منسوب ہوتی گئی۔ آخر وہ ساعت بھی آگئی جب شہادت کے سکون بخش اثر نے طاری ہو کر تھان گھاؤں کے معیار پر کھراتا تبت کر دیا۔

عباس نے دور سے اپنے و نادار و جری غلام شوق کو شہید ہو کر گرتے دیکھا تو شہادت کا جذبہ فروز سے فروز تر ہو گیا۔ وہ بڑھتے ہوئے امام کی حضور میں حاضر ہوئے اور دستِ ادب باندھ کر ارشاد کیا۔

فرزند رسول! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا موجود نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو۔ اگر میرے لئے امکان ہو تا کہ اپنی جان سے عزیز تر کوئی چیز آپ کے قدموں پر نثار کر سکوں تو خدا گواہ ہے نثار کرنے میں مطلق پس و پیش نہ کرتا مگر اس صورت میں کہ صرف جان ہی کا ہدیہ باقی ہے تو دل چاہتا ہے اسے قربان

اُپی ہوئی تلوار جس پر شکن اور دل میں عربی شہادت کا
جوش بھرا ہوا تھا۔ بھون نے ایک پل بھی ضائع کئے بغیر
آواز دینا شروع کی۔

”الارجل لرجل“ کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک
مرکب مقابلے کو بھٹکے۔

اس بہادرانہ نعرے کے جواب میں مخالفین کی جانب
سے پتھروں کی سخت دشتید بارش شروع ہو گئی۔ یہ
عجیب و بزدلانہ طریقہ جنگ دیکھ کر عباس نے اپنی زہ
اُتار کر پھینک دی اور تلوار تول کر حریف کی فوج پر
ٹوٹ پڑے۔ جس صف کی طرف رخ کرتے تھے صد ہار دباہ
دل لومڑیوں کی طرح سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے۔

کچھ دیر تک ہوناک جنگ جاری رہی جو غازی کے
منہ چڑھا پہلے ہی دار میں ہلاک ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے
میدان میں متعدد مقتول شہد بار ریت پراٹریاں رگڑتے
اور دم توڑتے نظر آئے۔ آخر فوج کے بڑے سردار
سرداروں کے حکم سے مجموعی طور پر حملہ کر دیا اور ایک بڑے
پر جبکہ وہ کو فیوں اور شاہیوں کے مختلف حملوں سے
غایت درجہ مجروح ہو چکے تھے گھیرے میں لیکر شہید کر دیا۔

کر کے جلد از جلد سبکدوش ہو جاؤں۔ اسیدوار ہوں کہ
اذن جہاد سے سرفرازی بخشے ہوئے میرا آخری سلام
قبول فرائیے۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر گواہ کرتا
ہوں کہ میں آپ کے نیز آپ کے پد بزرگوار کے دین پر
استوار ہوں۔

عباس کی لفظ لفظ سے جان نشاری اور فداکاری
کا شوق ٹپک رہا تھا۔ امام نے اُن کے بڑھے ہوئے
اشتقاقی شہادت کو سمجھا اور جہاد کی رخصت مرحمت
فرمائی۔ معلوم ہوا عباس کو دوجہان کی فرماں برداری
مل گئی۔ دل کا وہ غچہ جو پیہم نزل آفات سے مرجھا چکا
تھا اس مردہ روح فواز سے کھل گیا۔ وہ تلوار سونت کر
شیر نر کی طرح جھومتے ہوئے عرصہ کارزار کی جانب روانہ
ہو گئے۔ پیشانی کا زخم جو ابتدائی حملوں میں لگا تھا
ہنوز زس رہا تھا اور خون کی سُرخ جبین سے رخسار تک
پھیل رہی تھی مگر انہیں اس کا احساس تک نہ تھا۔

افواج مخالف کے ایک پہلوان بیع بن تمیم نے جو
اس وقت پہلی صف میں موجود تھا اور بعض خوزیہ معرکوں
میں اُن کی شجاعت و جوانمردی کے جوہر دیکھ چکا تھا انکی
ضمیمہ نہ چال سے پہچان کر چیخ اُٹھا۔

”ایہا الناس! یہ آنے والا شیروں کا شیر ہے یہ ابن
شہیب ہے خبردار تم میں سے کوئی ایک شخص تنہا اس کے
مقابلے کو صف سے باہر نہ بھٹکے۔“

اس عرصہ میں عباس بھی نزدیک جا پہنچے۔ اُن کی
صورت سے وقار و شجاعت جھلک رہی تھی۔ ہاتھ میں اُپی

شہادتِ وفا

استاد محترم جناب مولانا ذوالفقار علی خان صاحب
کی شان میں قابل قدر و لائق دید مسدس (دومرا ایڈیشن) جلد ہی
لانر کانٹ روٹ فرما کر حسب ذیل پتہ سے طلب فرمائیے۔
”ام“ اے محمد۔ اسٹوڈنٹ پورنیہ سٹی اسکول (پورنیہ سٹی ہمار)

شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے

از جناب سید افتخار حسین صاحب فخر رضوی

ہے حضرت یوسف سے بھی بڑھ کے جمال ان کا کیتائے زمانہ ہے دنیا میں کمال ان کا
 جنبش ہے قلم کو بھی لکھتے ہوئے حال ان کا ہے تر خداوندی اعدا کو جلال ان کا
 ان میں اسد حق کا انداز بھی سارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے
 دریا کے وفا کا یہ بے مثل شہنشاہ ہے یہ ثنائی جعفر ہے حمزہ ساد اور ہے
 یہ جرات و ہمت میں حیدر کے برابر ہے کتے تھے شہ دالایہ زینت لشکر ہے
 مجھ بیکس و مضطر کا یہ شیر سہارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے
 چوڑے ہیں شجاعت نے بڑھ بڑھ کے قدم انکے ہے فوج حسینی کا کاندھے پہ علم ان کے
 مخفی نہیں دنیا میں ہیں جاہ و خشم انکے یہ شاہ امم کے ہیں اور شاہ امم ان کے
 کاندھے پہ علم شہ کے ہاتھوں کا سنوارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے
 ہے سب پہ عیاں انکی عالم میں وفاداری ہے ان کے لئے زیبا لشکر کی علمداری
 اپنوں سے محبت ہے غیروں سے ہے بیزاری جان اپنی شہ دیں سے غازی نے نہ کی پیاری
 بھائی کے لئے سب کچھ غازی کو گوارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے
 مشکیزہ لئے غازی کو نہر پہ جا پہنچا پسا صعب اعدا کو لو شیر نے کر ڈالا
 لو بھر لیا پانی سے مشکیزہ سکینہ کا روتا ہوا پانی سے لو شیر جری نکلا
 پانی نہ پیا بالکل گو پیاس نے مارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دُولارا ہے

آیات و کرامات

(از افادات جناب مولانا السید محمد حسین صاحب اعلیٰ الشرف مقامہ علیہ جناب صدر الملة مولانا السید محمد تقی صاحب مجتہد)

والد عالم مرحوم مہرور مولانا السید محمد حسین صاحب اعلیٰ الشرف
مقامہ ۲۳ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے لکھنؤ میں تکمیل
علوم فرمائی جناب بحر العلوم مولانا ابیہ علی صاحب طاب ثراہ
خاص تلمذ رہا جناب قدوة العلماء اور حضرت ظہیر العلماء اعلیٰ الشرف
ایسے نم الثبوت اعلام کے بہترین تھے۔ اساتذہ لکھنؤ میں سے
جناب بحر العلوم جناب تاج العلماء سرکار ملاذ العلماء جناب محقق
نہدی قدس سرہم نے اولیٰ عادہ عراق میں سے جناب
آغا شیخ محمد حسین مازندرانی طاب ثراہ اور جناب آیۃ الشرف آقائے
آغا شیخ عبدالحسین رشتی دام ظلہ نے بلند پایہ اور شاندار اجازات
عطا فرمائے تھے۔ واعظ و ذاکر ایسے تھے کہ سخت سے سخت مجمع بیان
سے متاثر ہو جاتا تھا اور مصائب پر چلبلیں پٹنے لگتی تھی علمیت
فقاہیت اجازات سے ظاہر ہے اپنی اولاد کو فخر جای و شریع
وغیرہ تک خود پڑھایا کمالات اور وضع کی پابندی کا زندہ ثبوت ہے
کہ ریاست جالندھر میں تقریباً ۴۶ سال بڑی خوبی و عزت کے ساتھ
تعمیم ہا عابد و متوجہ ایسے کہ اوراد و ظائف کی کتابیں بن گئیں علماء
و مجتہدین سے بہت خلوص رکھنے والے اور ان کی تنگاہوں میں
بہت معزز و معظم۔ نیک نفس ایسے کہ جب کوئی بیشینہ زوار و جالندھر
ہوا اسکو آگے بٹھا کر خود اقتدا کی غرض ذوق علم نہ ہو تقویٰ
انکسار نفس اور خدمات دین میں حدیث علماء امتی کا بہترین

مصدق تھے اولاد ذکور نیز ایک برادر عالم مولانا سید مظاہر
صاحب بیشینہ زچکانہ دوسرے برادر محترم سید محمد حسین صاحب
زمیندار اور تیسرے من آفم کہ من و ائم۔ مرحوم نے ۲۴ محرم الحرام
۱۳۶۷ھ کو انتقال فرمایا علاوہ بیشمار خدمات مذہب کے تقریباً
مطبوعہ و غیر مطبوعہ ۴۰ تصنیفات چھوڑیں۔ ان میں صد ہا
صفحات کی کتابیں بھی ہیں اور مختصر رسالے بھی۔ مطبوعات میں
تاریخ العلماء مصائب الابرار۔ پیر آئین یوسفی۔ رسالہ غم۔ تریبہ بچا
اور مقامہ صدیقیہ جے زخم اور مشہور کائنات میں ہیں۔ ہزار ہا تصانیف
کا قلمی ذخیرہ چھوڑا جس کے مطالعہ سے ہم مرحوم کی وسیع افطری
اور علمی شان و شوکت پر حیرت کیا کرتے ہیں ان ہی میں سے ایک
رسالہ کا سلسلہ آیات و کرامات کے عنوان سے نظامہ میں شریع
کیا جاتا ہے خدا اسکو تکمیل تک پہنچائے اور قبول فرمائے۔ امید
ہے کہ ناظرین کے لئے بالیدگی روح و تازگی ایمان کا سبب ہوگا
اور مرحوم کو ایک سورۃ فاتحہ سے نیز بہانہ نگان کو دعائے خیر سے
فراموش نہ فرمائیں گے اللہم اغفر لہ واجعلہ عندک فی اعلیٰ
علیین و اخلف علی اہل فی الغابین و امر حمہ برحمتک
یا ارحم الراحمین امین بحق محمد و آلہ الطاہرین صلوٰۃ
اللہ و سلامہ علیہم اجمعین خادم الملة السید محمد تقی حنفی منہ
درسہ عالیہ جعفریہ نوکرا فوہ مراد آباد

بسم الله الرحمن الرحيم والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام

(۱) رسالہ اصلاح ص ۱۶ بابت ۱۶ ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں ہے کہ اخبار تفریح سورج و رجبوری جو گفتگو کے ایک سہنہ کی ایڈیٹری سے مطبع نو کشتور سے شائع ہوتا ہے راوی ہے کہ چوفا ملازم ریاست محمود آباد کے تعزیه خانہ میں جہاں صریح مبارک رکھی ہوئی تھی وہیں دو علم بھی تھے دفعۃً ایک علم کو حرکت پیدا ہوئی اور اتنا جھٹکا کہ صریح مبارک سے مل گیا اور اس سے خون تازہ خوشبو دار ٹپکنا شروع ہوا۔ یہ حال ایک گھنٹہ تک قائم رہا ہزاروں آدمی زیارت سے مشرف ہوئے صفحہ ۱۳ اللہ صل علی محمد و آل محمد اور یہ معجزہ اخبار ص ۱۰ ماہ جنوری ۱۳۳۵ھ میں بھی چھپا ہے اور یہ اور زیادہ ہے کہ جناب راجہ صاحب دلی محمود آباد نے چوفاں کو صفہ رو پیہ نذر و نیاز کے واسطے دئے اور وہ علم کربلائے محمود آباد میں رکھ دیا۔

(۲) اصلاح ص ۱۶ جلد ۲ بابت ۲۳ ماہ محرم ۱۳۳۵ھ اور صفحہ ۱۳ ج ۱۳ بابت ۱۵ نومبر ۱۳۳۵ھ میں ہے کہ جناب سیدنا حسین صاحب علیگ رئیس پہاڑی ضلع ہردوئی، مرحوم کو خبر دیتے ہیں کہ شب ۶ محرم کو جناب میر سید محمد صاحب رئیس کے زمانہ مکان میں مجلس تھی جس میں جناب مولانا سید سیط حسن صاحب نے اعلیٰ درجہ کی مجلس پڑھی اس کے بعد کل علموں سے خون جاری ہوا دوسرے روز ۹ بجے صبح کو منبر پر دونوں علم جو نصب تھے سرخ ہوئے اور خون جاری ہوا۔ کو دو بارہ ایک علم سرخ ہوا اور خون جاری ہوا۔ ۸ محرم کو خون کی بارش ہوئی مکان درخت دیوار محراب

رنگین نظر آتے تھے جناب جدہ ماجدہ دام ظلہا ان کل مومنین کی نہایت فراخ دلی سے ہماری فراموشی ہیں جو ستیا پو بگرام گفتگو سے تشریف لائے ہیں اور یہ فیض عام سادانہ چلم باقی رہے گا یہ معجزہ اخبار سرور روزگار آگرہ سورج ۲۸ نومبر ۱۳۳۵ھ میں اخبار ذوالقرنین سے لکھا ہے اور سرور روزگار میں ہے کہ اخبار ہدم کو بھی لکھا گیا ہے۔ (۳) گفتگو میں عین روز عاشورہ یہ واقعہ ہوا کہ ایک لادب ملازم نے علم کی چھڑوں کے ساتھ بجا دہی کی جس پر بوقت شب اسکو دورہ صبح عارض ہوا اور وہی دار البازجہ (۴) اصلاح ص ۱۲ ج ۱۲ بابت ۱۵ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہے کہ ایک ہندو مہاجن تعزیه داری علم بھی لکھا تھا چکر وہ لوکا کر گیا ایک مدت کے بعد جس کی منت میں یہ علم رکھتا تھا۔ لہذا ایک فقیر مسلمان کو اس نے علم دیدیا اس سال عین ماہ عشرہ میں دوسرا لوکا بیمار ہوا کہ مرض سمجھ میں آیا نہ وجہ معلوم ہوئی ہر خید علاج ڈاکٹری دیو نانی کیا گیا مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا خود اس نے علم کا واقعہ بیان کیا جس پر سب کہا کہ بتجربہ پھر مت کر یہ بلا دفع ہو تو علم رکھیں گے چنانچہ اس نے نذر کی اور اسی وقت سے افاقہ شروع ہوا دوسرے روز علم رکھا گیا اور وہ شریک ماتم ہوا۔ غالباً یہ معجزہ اخبار وکیل امرتسر سورج ۶ فروری ۱۳۳۵ھ سے لکھا گیا ہے۔

آیات و کرامات

(۵) اصلاح ص ۱۶ ج ۱۲ بابت ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہے قصبہ تارہ ضلع سہارنپور کا معجزہ۔ شیخ نندو پیرا رحیم کی زوجہ نے قصبہ ہذا میں تین مجلس عزائے امام مظلوم کی

شیخ محمد یوسف صاحب جن کے موضع میں یہ واقعہ ہوا ہے
سنی گئی ہے۔

۱۷) موضع ٹھاکرہ موہڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مسجد
بجعتہ قدیمی سادات شیعہ کی تھی جو سابق مشائخ میں عدا
سے مل چکی تھی اور صاف فیصلہ ہو گیا تھا کہ یہ مسجد شیعوں کی
ہے مخالفین اپنی علیحدہ مسجد بنالیں چنانچہ اس
حکم کے ملنے کے بعد انھوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنوالی
جس میں اپنی نماز ادا کرتے تھے لیکن جیسا کہ مسجد بنی
کو دیکھتے تھے تو رشک کرتے تھے آخر کار نہ رہا گیا
..... تو مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۱۲ء کو صلح

جبراً مسجد شیعوں میں داخل ہوئے اور وہاں جب شیعہ نماز ادا
کر رہے تھے جن کو مسجد سے نکال دیا اور خود قبضہ کر لیا مسجد
کی اندرونی دیواروں پر جبہ اشعار مع خطاب امیر علیہ السلام
لکھے ہوئے تھے ان کو انھوں نے مٹا دیا اور اس پر سفیدی
بھی کرادی مگر جن کو خداوند کریم ظاہر و روشن کرے انکو
کون مٹا سکتا ہے کیا یزیوں نے کم کوشش کی تھی
ان کو مٹانے میں حتیٰ کہ قبروں پر ہل چلائے اور پانی بہایا
مگر خردان کا ہستی عالم سے نام مٹ گیا اور حسینؑ کے دم
بھرنے والے اور نام لیا ہر قصبہ اور ہر دیہات میں موجود
ہیں وہ اشعار یہ ہیں

علیٰ حبہ جنتہ تقسیم النار والجنہ
وصی مصطفیٰ حقہ امام الانس والجنہ
مطلب انشاء کعبہ بر ملا تو بود و نہ فائ لا نکار فائے کباشہ
القصبہ جب سامات شیعہ کو جبراً باہر نکال دیا گیا تو غریب

منت کی قبول کی تھیں مگر وہ بھولی ہوئی تھی ۱۲ فروری
۱۹۱۲ء کو بوقت شب اس کی آنکھوں میں کچھ خفیف در
معلوم ہوا اور بونے کے وقت سو گئی عالم رویا میں کسی نے کہا
اب تیرا دوا چھا ہو گیا ہے اب تو وہ مجلسیں بر پا کر کہ جو تو نے
قبول کی تھیں اور تو نے انکے کیوں نہیں کیں چنانچہ جب صبح
ہوئی تو اس عورت نے اپنی آنکھوں کو بے نور پایا بالکل نور
اڑ گیا دکھلائی دینا بند ہو گیا باقی آنکھیں بدستور ہیں مگر آنکھوں
میں نور نہیں رہا جب شیخ بندہ اس کے شوہر نے یہ سب حال سنا تو
مجلسیں بر پا کیں جب تینوں مجلسیں ہو چکیں تو بعد میں
اس کی زوجہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں ذرا آگیا فقط
سید حسین از قصبہ نافوہ ضلع ساہیوالہ فروری ۱۹۱۲ء
(۶) جناب سید محمد عسکری صاحب فتحپور منسوہ سے
لکھتے ہیں میرے وطن کے قریب ایک موضع بڑا ہو پورا
وہاں بہ دو چار مکان شیعہ مومنین کے ہیں اور محرم میں
مجالس عزامیں ذوالحجہ نکالتے ہیں اس سال گاؤں میں
دو شیعوں نے اور ایک شخص سہمی سیکھا پرانے میشر کے
میلہ سے گھوڑے خرید کئے سیکھا پران سے اسکا گھوڑا
ایک شیعہ نے بنا پر بنانے دلدل کے مانگا تو اس نے کہا
کہ ابھی اس پر کوئی سوار نہیں ہوا ہے پہلا امام کی سوار کا
کو نہ دوں گا اس وجہ سے اس نے انکار کر دیا خیر دوسری
جگہ سے گھوڑا منگوایا گیا اور ذوالحجہ نکالا گیا وہ گھوڑا
عین جہلم کے دن خود بخود کودا اور سر کے پھل گر کر مر گیا اب
اس بران کو سخت پریشانی اور بے چینی ہے کہ کیوں نہ میرے
ذوالحجہ بنانے دیا میرے انکار سے گھوڑا مر گیا یہ خبر ذانی

شیعوں نے دعویٰ دائرہ الت کیا اور یہ بھی دعویٰ میں لکھا دیا کہ ہمارا مقدمہ کسی ہندو یا یورپین حاکم کے پاس رہے چنانچہ یہ مقدمہ بیدالت حضور رائے کشیدہ اس صاحب بیادہ محبٹریٹ درجہ اول کے سپرد ہوا صاحب موصوف ۱۴ جولائی ۱۹۱۷ء بروز اتوار موقع دیکھنے کیلئے تشریف لائے مخلوق کا ہجوم تھا جب مسجد متنازعہ فہ کو دیکھنے کے لئے اندر گئے تو وہ اشعار جو قبل ازیں محو کئے گئے تھے ایسے نمودار تھے کہ صاحب موصوف نے بنظر خود ملاحظہ کیا اور ان کو اغنا بہ لفظ لکھ لیا جستہ رہنما شہ بین لوگ موجود تھے متحیر ہو۔۔۔ اور ہر ایک کی زبان سے جاری ہوا کہ یہ معجزہ جناب امیرؒ ہے گویا انھوں نے سادات کے قابض ہونے کی شہادت دی ہے خلاصہ۔

(۸) اصلاح ۲۷ جلد ۳۱۱ تا ۳۱۲ ماہ رجب ۱۳۳۱ھ میں ہے کہ علاقہ کابل میں ایک شہر بننے ہے جہاں مزار فائز الاولیاء جناب امیرؒ بنا ہوا ہے جس کی نسبت وہاں کے مسلمانوں کو یقین کابل ہے کہ یہی حضرت کا مزار ہے جس کی تحقیقات کسی موقع پر کی جائے گی مگر حال میں جو کرامات وہاں ظاہر ہو رہی ہیں اسکو خاص اخبار سراج الاخبار سے لکھتے ہیں جو سلطنت کا نیم سرکاری اخبار ہے اور ایڈیٹر اسکے آغا محمود طرزی ہیں جو علماء کابل سے ہیں اور بڑے ادیب و دانشا پرداز ہیں اصل عبارت اسکی حسب ذیل ہے۔

سراج الاخبار شمارہ ۱۶ سیال دوم صفحہ ۳۳ از محلہ مبارکہ اطلاعات عینا مکتوب۔

جناب مستطاب مکرم لازم الاحترام مدیر صاحب سر محرر

سراج الاخبار را حفظ اللہ تعالیٰ ہوا وہ وجود فی جو کماں مکرم را از خداوند جہاں آفرین محفوظ و سلم متناہم اولیں در خواست نیاز مندانہ من از خداوند بی ہمتا ہر بیان تھا عمر و سلطنت اعلیٰ حضرت سراج الملک الدین سرکار رہا یوں آلا در مطاوی مرضی شود بہ قراریکہ از فرار شریف احوال بحکمہ اطلاعات رسیدہ چنانست کہ تباریخ میل شنبہ ۱۷ ماہ ربیع الثانی یک نفر شخصے کہ از ہر دوست مثل بودہ بروضہ مطہر حضرت خلیفہ چارم رضی اللہ عنہ بعیت مندی ہر دوست خود کا میاب گردیدہ ست۔

(۹) دریل سہ شنبہ ۱۷ جمادی الاول دو نفر دیگر کہ یک نفر از مردم ہزارہ و یک نفر از طالبان از یک ست و ہر دو نفر از ہر دو چشم اعلیٰ بودند۔ در بارہ فیض نثار مشرف گردیدہ ہر دو نفر بہ روشنی چشم خویش کا مراں گردیدہ اند۔ (۱۰) ایضاً روز پنجشنبہ ۳ ماہ جمادی الاول یک نفر افغان از طالبان محمد کہ این شخص ہم کو مطلق بود و آستان بوسی روضہ مطہر مشرف گردیدہ بود مینا شد و نفرے مذکور در ولایت موصوفہ حاضر اند کیفیت مذکور را بخبر مت مکرمی تحریر نمود کہ درج روزنامہ مبارک سراج الاخبار بداند زیادہ صحت مندی و سلامتی آں فاضل محترم را از خداوند تعالیٰ خواہم فقط تحریر ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ معروضہ سررشتہ دار محلہ اطلاعات۔

(۱۱) اصلاح ۱۱۷ تا ۱۱۸ ماہ صفر ۱۳۳۱ھ میں ہے کہ ہمارے ایک معزز دوست فیض محمد نامی ساکن کراچی ہیں سال سے مجلس جناب سید الشہداء میں بندہ کے مکان پر

روضہ خوانی کے لئے رونق افزہ ہوتے ہیں اور سالانہ صلح کے بھی خریداری اس سال بھی حسب معمول تشریف لائے اور ۱۲ تاریخ کو مصمم ارادہ جانے کا کیا ایک سید کا ارادہ ۱۳ تاریخ کو مجلس امام علیہ السلام کرنے کا تھا جس سے ہم نے اور سید صاحب نے بھی بہت کچھ فیض محمد صاحب اصرار کیا کہ ایک روز قیام کریں مگر انھوں نے چند ضروری امور کا عذر کیا کہ میں رہ نہیں سکتا ہوں ۱۲ تاریخ دوپہر کو چلا جاؤ بارہویں کی شب کو ایک دوست نے مجلس عزائم کی بھی آپس شریک رہا بعد اختتام مجلس گیا رہ بجے رات کو گھر میں پہنچا تو اس گھر کی کوٹھری جس میں شبیہ روضہ سبط حمیر میں تعزیر رکھا تھا وہاں سے خوشبو عطر کی شریعت ہوئی ہمدرد خوشبو ہوئی کہ تمام سائبان معطر ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک خوشنما اور سفید اس کوٹھری کے اندر ساطع ہوا جو برق سے زیادہ چکرا تھا کسی کی کیا مجال تھی جو ان کو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے فیض محمد اور تمام گھر کے لوگوں نے نعرہ صلوٰۃ بلند کیا تا آنکہ ایک شخص سبز پوش نورانی چہرہ اور اسکے ساتھ وہ نوجوان نظر آئے اور ایک مستورہ جو سر سے پاؤں تک برقع سیاہ میں مستور تھی ان کا ورود ہوا تھوڑی دیر کے بعد وہ مستورہ گوغائب ہو گئیں مگر وہ سبز پوش صاحب اور دو جوان گھر کے قعر اور نماز پڑھ رہے تھے فیض محمد اور تمام گھر کے لوگ ایک حیرت میں تھے لیکن فیض محمد کو خیال آیا کہ شاید کوئی ہمارے بات کا اعتبار نہ کرے یہ اسرار کسی کو دکھانا چاہئے اسکے گھر کے بازو میں ایک شخص احمد کا گھر تھا جو مثنی المذہب ہے اسکو جاکے لپکا را اور جو اجراء دیکھا تھا بیان کیا اس نے بھی کچھ کا

خیال کیا احمد تمام کنبہ کے ساتھ اس گھر میں داخل ہو گئے وہ معجزہ ہو رہا تھا اس نے اور تمام اسکے کنبہ نے لوگوں نے یہ تمام ماجرا چشم خود دیکھا۔ تمام سات بیوی ترکہ بجے صبح کے چار بجے تک پندرہ بیٹی آدمیوں نے اس حالت کا شہدہ کیا کوئی صلوٰۃ پڑھنا تھا کوئی اپنی حاجات کی دعا لگنا تھا جب صبح ہوئی تو اس کوٹھری کے اندر روگ زیارت کو گئے تو جس جگہ وہ تین بزرگ نماز پڑھتے تھے وہاں ہاتھ اور پاؤں گھسنے اور پیشانی کے نشان سب لوگوں نے دیکھے اور وہاں کا خاک لوگ لے گئے اور جس کے گھر میں بیمار تھا اسکو بلایا لگایا وہ بیمار شفا یاب ہو گیا۔ سبحان اللہ عجیب قدرت الہی ہے اس اسرار کی حکایت احمد نامی مثنی المذہب دن کو اکثر لوگوں سے کرتا رہا اور اکثر لوگ اسی کوٹھری کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے فیض محمد کے خیال میں بھی مولائے مہربان اور حضرات حسین اور جناب سیدہ عظیم السلام تشریف فرما ہوئے تھے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

راقم غلام محمد نقاش از حیدرآباد سندھ

(۱۲) اصلاح مآج ۲۰ بابت ۱۰ صفر ۱۳۳۷ھ میں ہے کہ سید سبط حسن صاحب مارہرہ ضلع ایٹہ سے لکھتے ہیں جناب سید آل برکات صاحب مرحوم کے بھائی کے پاس انکے شفا کا ایک کنٹھا جس کے دانے عشرہ کے روز مرغ ہو جاتے ہیں جناب سید غلام شبیر صاحب عرف حقانی کے کنٹھے کے دانے مرغ ہو جاتے ہیں قاضی عطا حسین صاحب اہلسنت سے ہیں ان کے کنٹھے کے دانے بھی مرغ ہو گئے جن کنٹھاب میں وہ کنٹھا ہوا تھا وہ شل خون کے مرغ ہو گیا جس کی سب سے

زیارت روز عاشور کی۔

(۱۳) سید سرفراز حسین صاحب صحیفہ ضلع بہرائچ سے لکھتے ہیں کہ زید پور میں امسال جناب میر عباس صاحب کے تعزیتے ۳۰ محرم سے پانی جاری ہوا اور اب تک جاری ہے۔ اسی زید پور میں سال گزشتہ بھی ایسا ہی معجزہ ہو چکا ہے۔

(۱۴) اخبار مشرق گوگل پور مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۱۶ء راجی ہے کہ موضع دیو کلی متصل احمد پور تحصیل سنا گھاٹ ضلع بارہ بنکی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ۱۰ محرم کو کاٹ کا تعزیتے جس کا وزن بچاس من ہے خود بخود جنبش کرنے لگا اور یہ جنبش یہاں تک بڑھی کہ چوک سے اس کی سطح زیرین اٹھ گئی۔ اس واقعہ کی خبر سن کر ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو گیا یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس کے اطراف کے کاغذ کو چاک کر دیا اس خیال سے کہ شاید اندر سے کوئی جنبش نہ دیتا ہو گو یہ محال تھا اس لئے کہ بچاس من کے وزن کو ایک مد شخص جنبش نہیں دے سکتے اسکے پانچویں چھٹے دن تعزیتے کی تیلیوں سے قطرات شبنم کی طرح پانی ٹپکنے لگا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس تعزیتے کی ہمیشہ گشت ہوتی تھی مگر چند سال سے ہندوؤں نے مزاحمت کی جس سے اس کی گشت مدتوں کر دی گئی۔ اسکے راوی حکیم کمال الدین صاحب احمد پور جو فی الحال گوگل پور میں مقیم کرتے ہیں جو ان صاحب نیک مزاج شریف خاندان تعلیم یافتہ ہیں۔ اخبار شیعہ کالج نیوز مورخہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء میں یہ معجزہ طبع ہوا ہے۔

(۱۵) ایضاً حرکت علم حیدر آباد دکن۔ جناب سید عاشق حسین صاحب جعفری لکھتے ہیں۔ پُرانی حویلی کے زمانہ

پھاٹک کے پاس ایک صاحب نے علم مبارک ہتادہ کیا تھا۔ اس میں خود بخود حرکت پیدا ہوئی کچھ لوگوں نے شبہ کیا تھا کہ زمین کھود ڈالی گئی کوئی وجہ نہ معلوم ہوئی ہزار مخلوقات زیارت کو جمع ہوتے ہیں آج تک یہ کرامت بدستور قائم ہے۔ (۱۶) ایضاً جناب منشی غلام حسین صاحب منشی فاضل بیہار منشی ہائی اسکول نصیر آباد راجپوتانہ سے لکھتے ہیں کہ امسال ان کی تسبیح کے دانے بھی ٹرخ ہو گئے پہلے پانچ دانے ٹرخ ہوئے تھے اور امسال ۳ حصہ ٹرخ ہو گیا۔

(۱۷) ایضاً ایک بچہ جو ابھی ۹ ماہ کا ہے اس نے ۷-۸-۱۸ کو اس طرح سر پٹیاں ماتم کرنا شروع کیا کہ سب کو حیرت ہوئی۔

(۱۸) اصلاح سراج ۱۲ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ میں بروایت جناب ادیب سینا پوری تحریر ہے کہ سینا پور محلہ عالم نگر کا واقعہ ہے جہاں بہت زیادہ آبادی سنیوں کی ہے ایک ضعیفہ جس کے دولہے کے ہیں ہر سال تعزیتے داری کیا کرتی تھی اس سال قریب محرم اس کے پاس خچہ نہیں رہا اور اسکو تعزیتے کی فکر دانگیر ہو گئی عشرہ محرم کی تاریخیں گزرنے لگیں اور اس سے کوئی انتظام نہ ہو سکا جب وہ بہت پریشان ہوئی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ میں سے مجھے دو روپیہ قرض لاؤں کہ میں تعزیتے رکھ سکوں اسکا بڑے لڑکے اور بشیر سے جو اسی محلہ میں رہتا ہے بہت دوستی ہے اس نے اپنے دوست بشیر سے کہا کہ مجھے دو روپیہ قرض دے میں بعد محرم ادا کر دوں گا بشیر نے پوچھا کہ تمہیں کیا ضرورت لاحق ہوئی اس نے اصل حال بیان کر دیا کہ بغرض تعزیتے کی ضرورت ہے جب بشیر نے کہا کہ میں تم کو تعزیتے

ہو لیا تب میں نے اسکو تحریر کیا۔

(۱۹) ایضاً بروایت ادیب سینا پوری مروج مرقوم ہے کہ ایک شخص مسنی عنایت اللہ خاں سنی المذہب بڑھے آدمی ہیں جنہیں میں عرصہ سے جانتا ہوں و ضلع کلیم پور کے رہنے والے ہیں معمولی طور پر گوشت و خاندان اور زبان میں کر لینے ہیں اس سال بولعشرہ محرم وہ سینا پور میں آئے اور جس مقام پر ہم تہمتیں آدمی بیٹھے ہوئے تھے وہاں شام دس منٹ سے زیادہ نہ گھر سکے ہم لوگ کچھ عزا داری ہی کے اذکار کر رہے تھے کہ انہوں نے آتے ہی اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہنے لگے کہ میں عرصہ سے تعزیر بناتا ہوں اس سال مجھے بعض لوگوں نے مجبور کیا کہ تعزیر نہ بناؤ اور قسم لی کہ تعزیر نہ بناؤں گا جب محرم شروع ہوا تو میں اسی خیال میں تھا کہ میں عند کچکا ہوں اور قسم کھا چکا ہوں تعزیر ہرگز نہ بناؤں گا علاوہ اسکے میرے پاس کچھ خرچ بھی نہیں تھا۔ ۶ محرم تک تو میرا عزم مستحکم رہا اور میں نے تعزیر نہ بنایا لیکن شب ہفتم کو مجھے آپ ایسا صدہ سخت پہونچا کہ اُس عہد اور قسم کو توڑنا پڑا اور صبح کو مجھے خرچ بھی مل گیا کہ میں نے تعزیر بنایا اس کے کہنے لگے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک واہیات بات ہے مگر قسم خدا کی جو تعزیر نہ بنائے گا وہ خراب ہو جائے گا۔

آہنگ غم سیاب اکبر آبادی کی ان نظموں کا مکمل جواب جو انہوں نے عزا داری کے حلال

کئی ہیں۔ یہ جوابات جناب پروفیسر واقف مراد آبادی نے دئے ہیں قیمت عمر (علاوہ معمول)

منیر نظارہ لکھنؤ

واسطے روپیہ ہرگز نہ دوں گا امد تم اس خیال کو چھوڑ دو تعزیر نہ بناؤ وہ مجبوراً اپنے گھر لوپس گیا اور اپنی ماں سے جا کے کہنے لگا کہ مجھے قرض نہیں ملا اب وہ زیادہ پریشان ہوئی اور اس نے اپنے لڑکے سے کہا کہ اچھا یہ میرا کردار تو کہیں سے رہن کر کے مجھے دو روپیہ لاوے اس نے وہ کروڑ لے لیا اور بازار میں رہن کر کے اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستہ بھرا اسی دوست بشیر سے ملاقات ہو گئی بشیر نے پوچھا کہا سے آتے ہو اس نے کہا کہ تم نے روپیہ نہ دئے آخر میں نے کڑا رہن کر کے یہ روپیہ ہم پہونچائے اب اپنے مکان کو جاتا ہوں اس مقام پر بشیر نے اپنی دوستی کا دباؤ ڈال کر اسکو مجبور کیا کہ وہ تعزیر نہ بنائے اور اس سے کہا کہ ان پوچھا کا غلہ خرید کر کے اپنے گھر لیجا وہ بغیر کے کہنے میں آگیا اور بازار سے غلہ خرید کر کے اپنے گھر لے گیا اس کی ماں نے پوچھا کہ یہ غلہ کیسا ہے اور کڑے کا کیا نتیجہ ہوا اب اس نے سب حال بیان کیا کہ بشیر نے مجھے تعزیر داری کو بہت منع کیا اور سمجھا دیا ہے کہ ہم کو تعزیر نہ بنانا چاہئے لہذا میں نے حسب ہدایت بشیر غلہ خرید لیا یہ سن کر اس کی ماں بہت روئی اور اپنے لڑکے کو بہت سخت و سخت کہا اور خفا ہوئی وہ اسی خیال میں منعموم تھی کہ اس کا چھوٹا لڑکا جو ابھی کم سن ہے باہر سے آیا امد اپنی ماں کو دو روپیہ دئے اور کہا ایک بزرگ سفید پوش اس طرف گئے ہیں جنہوں نے مجھکو یہ دو روپیہ دئے اور کہا کہ اپنی ماں کو دیدینا کہ تعزیر نہ بنائے اس روئے کو شہرت اور بشیر اور اسکے امثال کو خرمندگی ہوئی بہت سے لوگوں نے اسکو جانچا اور مجھے جب معتبر ذریعوں سے دریافت

علمدار دلاور

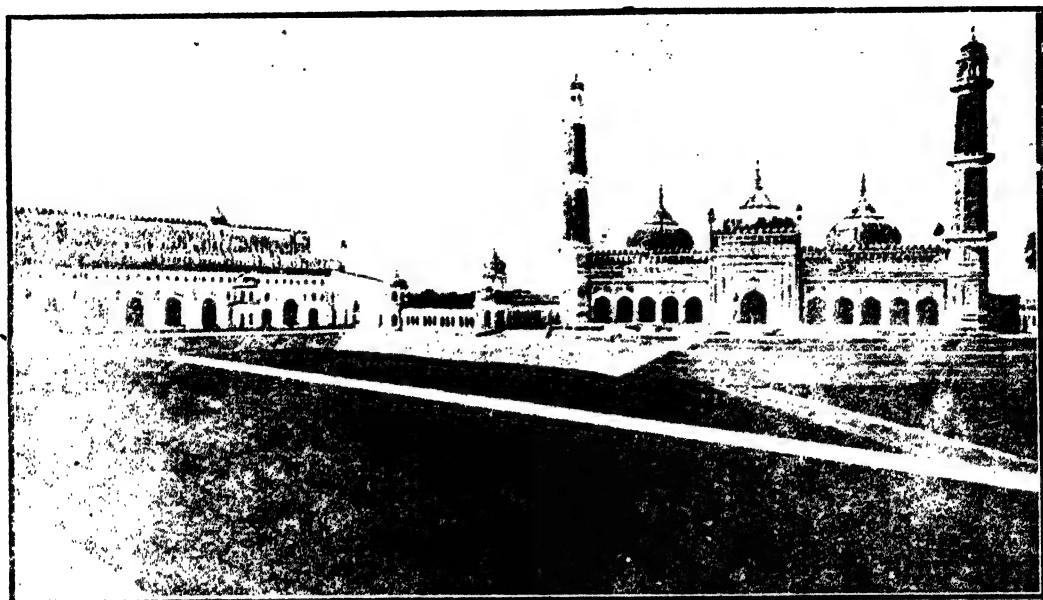
از جناب سید محمد باقر صاحب متخلص بہ محمد و باقر (جورہی)

ایم جناب سید محمد باقر صاحب کا دلی شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ابو الفضل العباسؑ کے لئے خاص طور سے صنفِ بے نقطہ کے اشعار ارشاد فرمائے ہیں جس کا اجر میر کار ابو الفضل العباسؑ علیہ السلام عطا فرمائیں گے۔ (فضل)

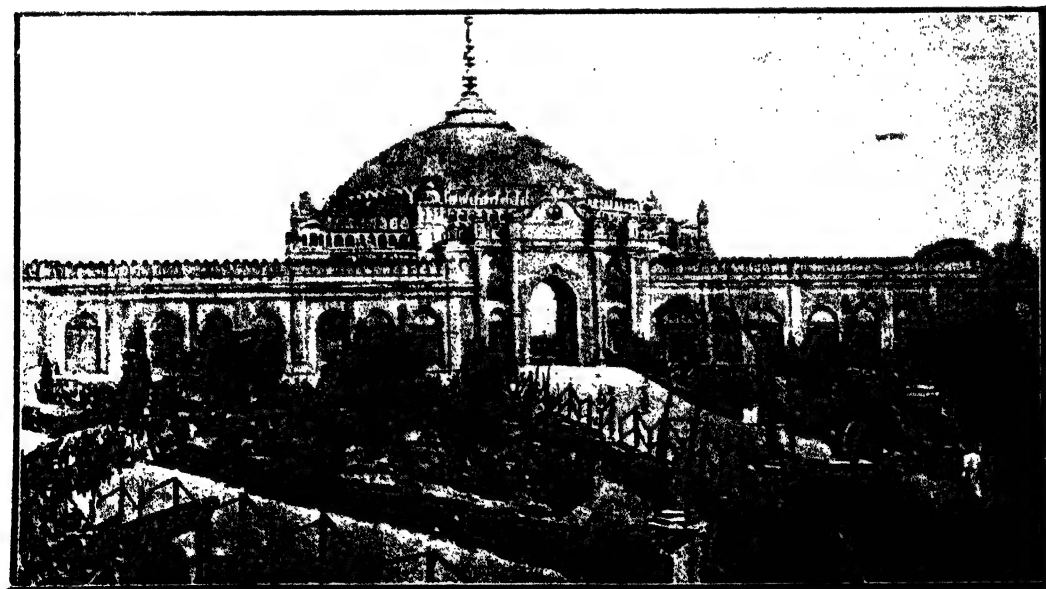
وہ سرور عالم کا علمدار دلاور	وہ شہرِ ہا ہمد و اسلام سر اسر
ہر کو دیکھ معصوم و حرم کا وہ سہارا	میر کا مددگار الم و درد کا مارا
اس دم کا ادھر دم ہوا گم ہوا دھڑکا	کل گھر کا دل آرام وہ ہو مرد کہ لڑکا
معصومہ عالم کا دولا لہ کا مل	داماد محمد کا ولد عالم و عامل
اک حوصلہ وصل سر مصماں حاصل	طرح اسد اشک کا مالک سر ساحل
اور کا ٹا سیر مار دیکھ طالع و طامع	کس طرح سرِ عجمہ ہوا مہر سا طالع
سالک ہوا مرد و داد و دھڑک عدم کا	اک ویرا دھڑک سر ہوا مصماں دم کا
اکرام وہ احکام امام دم دوسرا کا	ہر حملہ مکمل وہ سر عسکر اعدا
اک صالح و اسد ملک اطوار کو مارا	آہ آہ کہ اس مرد کو سالار کو مارا
دل ٹوٹا اُدھر داورس ہر دو میر کا	دم بڑھا اُدھر اس اسد اہل و لا کا
ہمراہ علم گھر کو امام آہ سدھارا	اساد کو محروم رہا مار گوارا

دعو ہو دم مرگ مع حکم مٹو کہ

مسرور ہو اس دم دل مہموم محمدؑ



مسجد و امام بارہ آصفی لکھنؤ





فخر الابرار جناب دكٲم سٲو رحمد قاسم
عزت صاحب عالم صاحب



حضرت تاج الملڪ مولانا سید محمد ذی شمس قریشی بہ جبرائیل علیہ السلام
نیرہ اکبر کارخانہ



جناب الحاج رحمد علی سادھوین صاحب
سرپرست کرافٹ مسلم مشن بہمنی

اعلانِ حق

(از جناب سیدنا جدار حسین صاحب قارکھنوی)

اعلانِ حق کو بجائی کا سرنامید کو پیٹھے ہم شیریں
 ریتی پہ مصلیٰ تیروں کا حرا ب عبادتِ شمشیریں
 ہرزہ خاکِ شفا پر ہیں پیاسوں کے لہو کی تحریریں
 یا شمر کا تن سے سرکا مایا اپنے گلے اور شمشیریں
 اے دریا تجھ سے رخصت ہیں خیموں کے کلس اور تیریں
 کیا سچا عشق مولا تھا کیا لوگ تھے اور کیا تقدیریں
 زواروں کے ریلے بڑھتے گئے ناکام رہیں سب تدبیریں
 ہیبت کہ دکھیا ری ہاں کے کیا خواہیے کیا تھیں تعبیریں
 وہ کام کئے ہیں خطبوں میں جو کام نہ کرتیں شمشیریں
 کچھ غرقِ ندامت تدبیریں کچھ سر پہ فلک وہ تدبیریں

یوں گزریں کوفہ و شام سے کچھ تسلیم و رضا کی تعبیریں
 انٹرغنی اے سبطِ نبیؐ اس شان سے حق کی تکبیریں
 ہر گوشہٴ دشتِ کرب و بلا پیاسوں کا شہادت نامہ ہے
 عاشور کی شب جب آنکھ کھلی تھے عون و محمدؑ میں شور ہے
 شبیرؑ نے نقلِ منزل کا عباسؑ جبری کو حکم دیا
 ہیں رشک کے قابلِ ایک وہ دیوار وہیں جو کام آئے
 اعدا نے جتنی سختی کی ماں پہ تحمل ہوتے گئے
 مدت سے جہار ماں بیاہ کے تھے وہ خاکِ نساں نے کر ڈالے
 قربانِ جنابِ زینبؑ کے بلوؤں میں کھلے سزاؤں پر
 ہیں کرب و بلا کے دامن میں محمدؐ عیٰ حق و باطل کے

پہچھو وقارِ نوحہ گراے دورِ یریزی کیا دکھیا

حکم تھا صبرِ آلِ نبیؐ یا استبدادی نہنجیریں

حق و باطل کی فیصلہ کن جنگِ صداقت کی فتحِ عظیم

(از جناب مولوی محمد حبیب الحقین صاحب ادیب فاضل فقیہ فاضل سند الافاضل بیرکال پروفیسر سید المدارس اوس اوس)

دنیا میں سیکڑوں لڑائیاں ہوئیں جابر و قاتل سلطنتوں نے ہمیشہ حق سے مقابلہ کیا قتل و غارت کے بازار گرم رہے اہل حق طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کئے گئے انبیاء و رسل کے حالات دیکھئے کہ کسی رسول و نبی کا زمانہ ظلم و مصیبت سے خالی نہیں حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک کس طرح خدا کے برگزیدہ بندوں کو ایذا میں پہنچائی گئیں اور ہرادی ورنہا کے زمانہ میں ان کو جھٹلانے والی اور حکمت پہنچانے والی جماعت اٹھی دنیا والے ہر ممکن طریقہ سے انبیاء کے کارِ منصبی کی انجام دہی میں سنگ راہ بنتے رہے حضرت موسیٰ نے کس کس طریقہ سے تبلیغ رسالت کی سیاروں و معجزات دکھلائے لیکن پھر بھی غرور و ایمان نہ لایا اور ان کو جھٹلاتا رہا حضرت ابراہیمؑ نے خدائی مذہب کے نشہ و اشاعت میں سعی کی مگر فرود ایمان نہ لایا آگ میں پھینکا آتش نہ لگا لیکن اس نے ستم بڑھا حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹا گیا حضرت نوحؑ نے کیسے کیسے مصائب برداشت کئے اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں جنھوں نے انکارِ نبوت پر کمر باندھ لی تھی غرض کوئی زمانہ ایسا نہیں رہا جس کسی نبی یا ولی کو آلام و مصائب میں گرفتار نہ ہوا پڑا ہو خاتم انبیاء کا زمانہ بھی ایسا سخت تھا جو انبیاءِ ماضی کے زمانہ سے کہیں بڑھا ہوا ہے اس دور کی مصیبتیں گزشتہ انبیاء کے

زمانہ کے مصائب سے کہیں زیادہ سخت تھیں سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اس زمانہ میں ایک گروہ منافقین کا ایسا تھا جو اہل حق و کفار کے ساتھ تھا اور بظاہر یہ کہتا تھا کہ ہم تو محمد پر ایمان لائے ہیں اور رسول کو اس کا تقین دلاتا تھا کہ وہ پیسے مسلمان ہیں اور اندہ ہی اندر کفار کو مسلمانوں کے اندر دینی حالات سے آشنا کرتا تھا پھر بھی پیغمبرِ سلام نے تبلیغ کی اور ایسی کی کہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور دین اسلام کو مکمل کر کے چھوڑا مگر منافقین امت اور ان مصلحتی مسلمانوں کا مرکز رنگ لا کر رہا اور رسولؐ کی آنکھیں بند ہوئیں اور یہ جماعت خاندانِ رسولؐ کی تباہی پر کمر بستہ ہو گئی رسولؐ کی وفات کے بعد ان لوگوں کے برسوں کے بعض وعدہ و اہدیت رسالت کے مقابل میں ظاہر ہونے لگے نبیؐ امیہ نے آلِ رسولؐ کی بچگنی شروع کر دی یہ انھیں میں کی ایک فرد تھا جانشینی رسولؐ کا دعویٰ خلافتِ اسلامیہ کا دعویٰ دارِ سنا کا دعویٰ شرا و براہیوں کو جاہل و مباح سمجھنے والا شاعرِ اندر کی توہین کرنے والا لایز و جہاں ہے کہ اپنی برکادریوں کے مقابلہ میں دنیا کے اسلام کا تسلیم ختم کر دے مگر ساتھ ہی یہ خوف ہے کہ خاندانِ رسالت کسی کسی وقت صدائے نعرین بلند کر کے رہے گا لہذا جلد از جلد فرزندِ رسولؐ سے ہر خاندانِ رسالت کے سردار میں بیعت لینا ضروری

ہے تاکہ میرے ان تمام افعال پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے
ورنہ اس آفتاب امامت کو خاک سے آٹ دینا چاہئے تاکہ
دنیا میں اندھیرا ہو جائے اور چاروں طرف کفر کی تاریکی
پھیل جائے اور پھر عالم میں کوئی شخص میرے ان وحشیانہ
حرکات پر ملامت کرنے والا باقی نہ رہے گا۔

یہ بظاہر رسول کا کلمہ گویا تھا لیکن اسلام کا حقیقی
تھا شریعت رسول میں نئے نئے رہنے پیدا کر دئے نماز روزہ
ہجج کی توقیر و عظمت ٹانے پر سکرستہ ہو گیا اسکی نظر میں مسلمانوں
کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی بلا خوف و خطر ان کا خون
حلال کر دیا رسول اللہ کی برسوں کی تعلیم پر اس نے ایک دم
میں بانی پھیر دینا چاہا (اب اس پر خطر اور تاریک زمانہ میں جبکہ
اسلام و اسلامیات پر ایسے ہیانہ حملے ہو رہے تھے اور پیغمبر اسلام
کی راسخ و متانہ ہونے والی تھی امام حسین کیلئے جو فرائض رسول
اور اپنے نانا کے دین کے محافظ تھے کس طرح ممکن تھا کہ اسلام کا نقشہ بگڑتے
ہوئے دیکھ کر آپ چاہتے تھے کہ اس وقت اگر میں نے خاموشی سے کام لیا تو وہ
نسلیں جو آئندہ آنیوالی ہیں اس شیطانی فتنہ سے کیا سبق حاصل
کرتے گی اور کہاں تک وہ مسلمان کہے جانے کی مستحق ہونگے یہ دیکھ
کر میرے دل میں بھی طے کر لیا کہ چاہے میدان کربلا میری کی فوجوں سے
پٹ جائے میرا سر کٹ جائے سارا گھمٹ جائے لیکن اسلام کو زندہ کر کے
چھوڑوں گا اور وہ فیصلہ کن جنگ کرتے دکھاؤں گا جس کو
قیامت تک لوگ نہ بھولیں گے اور اس سلسلہ نبوت کا وہ خاتمہ
کروں گا کہ آئندہ کسی ہستی کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ خاندان
رسالت و ائمہ البیت سے بیعت کا طالب ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا
کہ پھر خاندان رسالت کے کسی فرد سے کسی کو طلب بیعت کی
جرأت نہ ہوئی لہذا حسینؑ اپنا سر دینے کے لئے کھڑے ہو گئے

کربلا میں پہنچے اور اسلام کی ڈھونڈی ہوئی کشتی کو بچایا اور کفر و
یزیدیت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور وہ عظیم الشان
فتح حاصل کی جس نے عرب و عجم و دیگر بلاد عالم کے قلوب کو اپنا
تابع و سخر کر لیا اگرچہ کچھ دنوں سے یزید سے بیعت کر لی
تھی اس پر علی سے خود ان کے ٹھکانے کا یہ ہوا لیکن حسینؑ نے
اپنے عمل سے اسلام کا چہرہ و اقدار رونے دیا حسینؑ نے اپنی
فتح سے دنیا کو یہ دکھا دیا کہ حق و صداقت میں کتنا زور ہے ایک یہ
شخص جس کے پاس لڑائی کا ظاہری سامان نہ ہوا اور بالکل
غیر مسلح ہو لیکن سچائی کے ہتھیاروں سے دنیا پر کامل فتح حاصل
کر سکتا ہے اور لوگوں کے قلوب کو بہت آسانی سے اپنی طرف
مائل کر سکتا ہے حسینؑ میدان سبر و استقلال و شجاعت کے ایسے
فاتح اور شہرت عالم کے ایسے حقیقی مالک ہیں کہ جن کو وہ فتح
حاصل ہوئی ہے جو حضرت آدم سے لے کر حضرت قائم تک اور
حضرت خاتم سے لے کر اب تک اور اب سے قیامت تک نہ کسی کو
حاصل ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اور جس کو گردن زنا یا صغیر
عالم سے کبھی محو نہیں کر سکتی۔

نظارہ کے مستقل خریدار

ہو جائیے کیونکہ نظارہ جیسا دھبپ اور مفید
اخبار آپ کو کوئی دوسرا نہیں مل سکتا۔
سالانہ چندہ ہے،

منیجر نظارہ لکھنؤ

دُنیا میں

(از جناب میر اکبر حسین صاحب اقدس سرمدیٹ)

بہرام محرم آیا ہے مومن ہوئے گریاں دُنیا میں
افلاک پہ نعل ہے ٹیون کا ہے سوز کا ساں دُنیا میں
بھر توڑ یہ خانہ بچنے لگے ! تارہ علم پھر ہونے لگے
چرچا شدہ دیں کے قتل کا پھر ہوتا ہے نمایاں دُنیا میں
اے جبرئیلؑ کُن کچھ یہ تو بتا تو نے یہ گورا کیسے کیا
شبیرؑ کا بیٹھتے دکھایا ہے کیوں تو نے گریاں دُنیا میں
بے خیر کی میت ہاتھوں پر شبیرؑ لے روتے ہیں کھڑے
انسو میں ماں کوئی نہیں شبیرؑ کا پر ساں دُنیا میں
مرنے کو چلا بمنہل نبی باقی نہ رہا حضرت کا کوئی
اب خواہش سرور کیا ہوگی جُرموت کا ارٹن دُنیا میں
عباسؑ کٹا کے ہاتھوں کو دریا کے کنارے سوئے ہیں
شدت عے عطش کی دخترؑ شبیرؑ کی نالائ دُنیا میں
قاتل ہوا شہر حد سے سوا دیکھ ابن علیؑ کو محمودا
شکوہ کے عوض کرتا ہو دوا دیکھا نہیں انسان دُنیا میں
صغیرؑ کو یہ خط میں شہ نے لکھا کیا حال لکھوں اکبرؑ کا
راس آئی انھیں حنبت کی ہوا ! ابھی ہے چاندنی دُنیا میں
نوحہ کا صلہ اقدس کو ملا پائی ہے مرض سے اُسے شفا
ہوا بن علیؑ سا پلٹ پناہ کیوں خون ہونا دُنیا میں

اپر رحمت بن گیا ہے دین تو دیکھئے

(از جناب سید سجاد حسین صاحب خدیوہ لکھنوی)

نہ یہ تا غیر شرباب سب سید و سید
ابو رحمت بن گیا ہے دامنِ درویش
کون نفس اندھ ہے کس لکا ہے یہ گھر دیکھئے
دھونڈا مئے تو کون ہے کعبہ کے اندر دیکھئے
ہر طرح حکمِ نبیؐ سے ہے عبادت کا ثواب
ذکرِ حیدؑ کیجئے یا روئے حیدؑ دیکھئے
کسے ارنی حضرت موسیٰؑ یہاں پہاڑ اہوئے
آئے اس آئینہ میں روئے حیدؑ دیکھئے
بابِ دوزخ تک پہنچ کے سوئے جنت پھر پڑ
ساتھیوں کا خر کے اور خر کا مقدر دیکھئے
منتخب پیغمبروں کی شان اگر ہو دیکھنا
خود نبیؐ فرما گئے ہیں روئے حیدؑ دیکھئے
آخری تاثیر غم شدہ دفعتاً سب دھو گئے
ایک آنسو دیکھئے ععدیاں کے دفتر دیکھئے
وے کیر دین اب نہ بھیڑو ورنہ دیتا ہوں صد
یہ سناتے ہیں مجھے ساقی کو فرد دیکھئے
خاکساری سیکھئے بن کے غلامِ پوترا
زرد سے منہ کو پھیرے سوئے ابو ذرؑ دیکھئے
کستی تھیں زہرا نبیؐ سے ذبح ہوتے تھے حسینؑ
زیرِ خنجر بھی مرے بچے کے تیور دیکھئے
وہر میں جب قدر دانی ہی نہیں ہے لے شدہ
کیا ہنر دکھلائے اور کس کے جوہر دیکھئے

آبروئے وفا

(از جناب سکندر یعقوب صاحب)

دوستی و محبت، عشق و وفا، یہ وہ الفاظ ہیں جو روزِ روز دنیا کی زبان پر آتے رہتے ہیں لیکن بہت کم ایسے مواقع نظر آتے ہیں۔ جہاں یہ الفاظ شرمندہ معنی بننے ہوں۔ دنیا نے اپنی سوانح حیات میں یہاں تو ہزاروں ہی مرقعِ عشق و محبت کے پیش کر ڈالے لیکن جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا نے اپنی طویل عمر میں جتنے مرقع بھی عشق و محبت کے پیش کئے وہ سب بیچ ہی کر بلا کی اس قرباں گاہِ محبت کے سامنے جن کو رومِ عاشقوں نے صرف بارہ گھنٹے میں پیش کر کے دکھا دیا۔ دنیا اغیار بھل جائے مگر ماہِ تاریخ آج بھی انھیں اپنے سینے سے لگائے ان کی قربانیوں پر آفریں کی صدا بلند کر رہی ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ امتحانِ عشق و وفا کی وہ لازوال قربانیاں تھیں جن کو اسکے قبل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا تھا۔ عقل حیران ہے کہ آخر انھوں نے اس بار کو اٹھا کیسے لیا جو انسانی قوت سے کہیں بلند تھا۔ دنیا کے انسان فطرت پر مبنی ہیں مگر برخلاف اسکے کر بلا والے انسان فطرت سے جنگ کرتا تھے۔ لڑے اور یوں لڑے کہ آخر فطرت کو مغلوب کر کے مجبوراً ایک طرف لشکر کی کثرت، چمک دار تلواروں کی خوفناک چمک، سیم و زر کے سنہرے رو پہلے سکوں کی نظر فریبی حکومت کا چاہ و چشمِ دولت و سطوت کا ہوش

اقتدار اور دوسری طرف چند بچوں بڑے بھروسے کی چھوٹی سی جماعتِ دولت و سطوت کا تذکرہ ہی کیا پانی کی نایابی بھوک کی شدت حکومت کا ڈر پیارے پیارے بچوں سے سمیٹہ ہمیشہ کی جراثیمی سب کی تھا مگر پھر بھی آخر میں اسے کر بلا والوں! تم نے دولت و سطوت کو بولا، ٹھکرا دیا کہ مڑ کر نظر تماشے کی فطرت کھینچ رہی تھی کیڑے لشکر میں مل کر لذتِ عیش و تنعم سے مستقبل کو خوشگوار بنایا جائے، مگر حسین کی محبت کہہ رہی تھی کہ نہیں بلکہ عائشہ مطرب کو بھوک پر اور دولت و سطوت کو عزت پر قربان کر کے آئندہ حیات کو عمل کا دریں شاہکار بنادیں۔ دنیا میں کہاں یہ طاقت کہ تمھاری اس تاریخ کو صفحہ عالم سے مٹا کر بکو تم نے خاک و خون میں لٹھکرا کر اپنے لرزے، لڑے، ماتھورے صفحہٴ بدیت پر اپنے ہی خون سے آخر وقت لکھ دیا تھا۔ تم عشق و محبت پر قربان ہو کر ابھی قید میں محض خواب ہو گئے۔ لیکن دنیا سے محبت تمھارا نام لے کر جاگ اٹھی۔ یہ بدی لشکرِ جان و دولت کی فراوانی سپاہی کھانے پینے سے سیرِ مستقبل کی خوش آئند امیدیں ظاہری فتح کی شکل میں مسکرا رہی تھیں۔ دل بڑھانے کے لئے پے در پے یزیدی فوجیں چاروں طرف سے اُمنڈ رہی تھیں عمرِ سفاک لشکرِ بحرِ بیکراں کی طرح موجیں مار رہا تھا، لیکن پھر بھی عمرِ سعد کو انہی عظیم

تیروں کو روکنے کے لئے کوئی شے نہیں ہے۔ نہ ہوا بھی نہ ہر وعید اللہ کے پہاڑوں سے ٹکرانے والے سینے اور ان میں عزم و استقلال اور اس عزم میں جوش و وفا کی تڑپتی ہوئی بیج موجود ہے تیر آتے ہیں اور یہ بہادر آغوش شوق کی طرح سینے مان کر تیروں کو لے لیتے ہیں۔ ہزار ہا تیر پیوست ہو چکے ہیں مگر اللہ کے ثبات نفس قدم تک نہ ڈگمکائے۔ فقط اس لئے کہ ابھی حسینؑ کی نماز ختم نہیں ہوئی تھی۔ ڈر تھا کہ کہیں کوئی تیر حسینؑ تک نہ پہنچ جائے۔ یہ تھیں وہ فردیں جو سپر دفا کی روح اعظم تھیں جن کی بارگاہ جاخاری پھا آج بھی دفا کی دیوی ہر نیا نہ جھکائے دست بستہ حاضر ہے۔

حسینؑ کے نام کی غریب انجمن کی طرف سے

ایام عزاکا آخری دن
مقام کربلا سے دیانت الدولہ شہر کھنڈ

مرربیع الاول جن حسینؑ غریب کی عزاکا آخری دن ہے اسی امام مظلوم کے شبیہ روضہ پر عرصہ سے یوم غم منایا جاتا ہے لہذا دست بستہ گزارش ہے کہ شل سالہ گزشتہ خیال بھی صبح سے سہ پہر تک تشریف لاکر اپنے ہمان امام کو ریضت کیجئے۔

المقام
حسینی غریب کے غریب ماتم دارممبران انجمن حسینیہ
قدیم کربلا سے دیانت الدولہ شہر کھنڈ

فوج حسینؑ کی چھوٹی سی جماعت سے لڑانے کے لئے جوش بھری تقریموں اور دولت کی طبع ولاد لاکر بھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اسپر بھی یہ عالم تھا کہ سپاہی مقابلہ کرنے سے دم چڑاتے تھے حسینؑ کی بہادر حق پرست مفاد فوج کا دلاور سپاہی عباسؑ ابن شیب جس وقت ذرہ و کبیر اتار کر تنہا میدان جنگ میں آکر جڑ بڑھتے ہیں تو یہ کی فوج میں سے کسی میں اتنا دم نہیں رہتا کہ مقابلہ کو نکلے بلکہ دور ہی سے پتھروں کی بارش کی جاتی ہے پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ عباسؑ میدان جنگ میں جا رہے ہو ذرہ و کبیر کیوں اتارتے ہو تو یہ دفا دار بہادر جواب دیتا ہے کہ ذرہ و کبیر تو وہ ہنستا ہے جسے اپنی جان کی حفاظت تصور ہوتی ہے مجھے تو اپنی جان فرزند رسولؐ پر فدا کرنا ہے۔ یہ تھی وہ روح دفا جو خون بن کر ان کی رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ دنیا نے انکے علاوہ اور بھی دفا کے مرتق پیش کئے ہیں لیکن ایک وقت اور ایک دن میں بہتر مثالیں ایک سے ایک بڑھ کر پیش کر دینا یہ صفت حسینؑ ہی کا کام تھا خود امام حسینؑ زمانے میں کہ لا اعلما اصحابا اوفیٰ من اصحابی جیسے دفا و صحاب مجھے ملے دیے کسی کو نہ ملے۔

حسینؑ تیروں کی بارش میں فریضہ ظہر ادا کرتے ہیں کھلا ہوا میدان ہے کوئی آڑ نہیں کوئی روک نہیں کمائیں کڑکھتی ہیں تیر سر ہوتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حسینؑ تک ایک تیر بھی نہیں پہنچتا۔ کیوں فقط اس لئے کہ ابھی دھن اور سعید ابن عباسؑ جیسے دفا دار دوست زندہ ہیں۔

کون حسین!

(از جناب سید علی حسینی حردی ادیب عالم فنی فضل جمہاری)

اور جان پر کھیل کر پرچم حقانیت کو لہرایا۔ اور نیریت کے جھنڈے
کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گرا کر قصر نیریت کی انیٹ سے انیٹ بجا کر
عی والدہ کے حسین کا رے کر دی۔

کون نیریدہ؟

ننگ انسانیت معاویہ کا بیٹا۔ اہل سفیان کا پوتا۔ بک
بد معاش۔ ظالم۔ فاسق۔ خاھر۔ بواہوس۔ بہائم صفت ظلم و
ستم کا مشروب۔ جو رقتہ کا محزون حسین اسلام پر بد نما داغ۔ اہل
کاشمیں۔ اولاد علی کا جلا و حسین کا قاتل جس نے مساجد کو
میکہ۔ معاہدہ کو تارخا نہ بنایا۔ آل رسول کو قتل کیا شمع امامت کو
ظلم و ستم کے جھونکے دیکر بھجایا۔ اور نیاسے حق کو تباہ کرنے کا بیڑا بٹھایا۔
میریدہ ایسا ظالم تھا۔ اس نے کر بلا کے حق و حق صحرا میں رسول
کی آل کو جس کا کلمہ پڑھتا تھا۔ تین دن بھوکا پیا سار کھل کر قتل
کرایا۔ ان کے خیام کو آگ لگا لی ان کی مخدرات کو بے مقنع و جاؤ
کیا مقتولین کے سر نیروں پر بلند کئے۔ آل نبی اولاد علی کو پانہ زخم
کر کے تشہیر کیا مگر نیچہ کیا نکلا۔

نہ زیاد کا وہ ستم رہا نہ نیریدہ کی وہ جفا رہی

جو رہا تو نام حسین جسے زندہ رکھتے تھے کر بلا

میریدہ اٹ گیا۔ نیریت کی انیٹ سے انیٹ بچ گئی مگر حق
ہے اور حق پر مٹنے والے کا نام بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔
دعا صل عی۔

زندگی نام ہے مر کے بچ جانے کا

کائنات کا خلاصہ۔ نبی کا نور سہ علی کا پیارا۔ نبیوں کا
ولادہ حسن برادر۔ عرب کا دلاور۔ امامت کا آفتاب۔ خلافت
کا امامت۔ جنت کا سردار۔ حریت کا علمبردار۔ نبیوں کا شہید۔
فرات کا پیاسا۔ حق کا حامی۔ حکومت ظلم کا ہادم۔

جس نے گھر اور گھر کی سبکداری کو تباہ کر کے ملک اکبر سے
کر لی جان علی صغرتے معصوم خیر خوار۔ قاسم ایسے خوب رو
نوناں اور عبداللہ ایسے غنیہ نوشکفتہ۔ عون و محمد ایسے گلمائے
پربہار عباس جیسے جری اور بہادر علمدار۔ حبیب ایسے پیرو
ضعیف۔ خراسیے ولادہ ہمان اور وہب ایسے دولہا کورہ
خدا میں قربان کر کے خود تیروں کی بارش میں خون سے نہا کر
تلواروں کے سایہ میں عبادت گزار کر اور شمر کے خنجر کے تلے
سجدہ یزداں اور اگر کے خدا کا نام۔ رسول کا کلمہ۔ قرآن
کی عظمت کعبہ کی وقعت۔ علی کی محنت کو لیا میٹ ہونے
سے بچایا۔ خلق خدا کو بیویوں اور کھروالہ کے بے پناہ
سیلاب میں غرق ہوتے ہوئے نکالا۔ خود مٹ گئے مگر
دین خدا کو نہ مٹے دیا۔

حسین!

علمبردار حریت تھے۔ وہ نیرت کو نہیں بلکہ نیریت کو شانا
چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنا بلند ترین نصب العین خون شہ
بنا کر اور نقد جان کر بلا کی قربانگاہ میں نبیوں کے تپتے
ہوئے میدان میں تین روز بھوکا پیا سارہ کر خچا ور کیا۔

عید کا دن بھی بعنوان محرم چاہئے

(انجناب کمال عظیم آبادی)

شہ کی جانب خرچے جس دم توڑ نہیں گئے
ہم کو جنت چاہئے تم کو جہنم چاہئے
گھر کی رونق منحصر ہے ایک شنگارے چب
نغمہ شادی کے بدلے تو غم چاہئے
شہ کی مظلومی پہ رونا عین فطرت ہو کر
ہم کو پہلے اپنی بربادی کا ماتم چاہئے
آنسوؤں کے واسطے رمال نہڑا لائی تیا
دامین گلزار کی زینت کو شبنم چاہئے
شاہ کے سر نے کہا زینت سے وقت بد دعا
تم کو اُمت کا خیال اے فخر مریم چاہئے
قبر کی تنہائی میں ہو جئے علی جبے کمال
ہم کو موت چاہئے کوئی نہ ہم دم چاہئے

غم میں شاہ کر بلا کے جلوہ غم چاہئے
جوڑ لاوے چشم عالم کو وہ ماتم چاہئے
دولت کسریٰ نہ ہم کو شوکت جم چاہئے
اک دل ماتم زدہ اک چشم پر دم چاہئے
شہ کے ماتم دار کو ہر روز ماتم چاہئے
عید کا دن بھی بعنوان محرم چاہئے
ماتم میں سو ہے کی قوت سینے میں م چاہئے
پھر حسین ابن علی پر تم کو ماتم چاہئے
ساقی کو فرکا دیا اور پیاسا ہو شہید
اک ذرا انصاف تم کو اہل عالم چاہئے
ناز کے پائے ہوئے ہیں سب کے لیے دشمنو
الہیبت مصطفیٰ پر ظلم کم کم چاہئے
قوت صبر و رضا بیدار کرنے کے لئے
کشتہ مظلومیت کا ذکر یہم چاہئے

طوفانِ زندگی

از جناب نواب مرزا سجاد علی خان صاحب اختر لکھنؤ بی اے بی ٹی (علیگ)
مصنف شاہ نامہ ایمان

مرگ سین حاصل ایساں زندگی
گلگیر انقلاب بہ داماں زندگی
بچی نظر کئے ہیں پشیمان زندگی
زیب جبین عوم ہے افشان زندگی
سرسبز ہو رہا ہے بیا بان زندگی
باقی ہے دنوازی (مکان زندگی)
وہ صورتیں ہیں نور کی قرآن زندگی
یہ مریم حیات یہ سامان زندگی
ہر کشمکش ہے مرکز پیمان زندگی
پھولے پھلے گا خاک گلستان زندگی
ذروں کو چن رہے ہیں پریشان زندگی
آزاد ہو رہے ہیں غلامان زندگی
دوش نبی ہے تخت سلیمان زندگی

کیف عمل حقیقت عرفان زندگی
شعلہ بہ سرچہ راغ شبتان زندگی
آنکھوں میں پھر رہی ہے جو تصویر کربلا
قطرے نہیں عرق کے سجود نیا زمین
وہ راتہ اجل میں روہں ہر دو فاکاخوں
کیونکر ابھی سے رشتہ آئید توڑ دوں
جن کی جھلک بھی منزل ہستی کی رہنما
عصمت کے گھر میں ایک روا ایک آسیا
اے گوشہ گیر نقطہ آئین کائنات
گرتی رہیں یونہی جو کشاکش کی بجلیاں
سرمہ لگا کے راہ حوادث کی گرد کا
سُنکر اسیر شام سے پیغام حریت
اے کمر بلا شہید کے قدموں پہ ناز کر

اختر و فاکہ خون سے ملتے ہی بن گئی
موجِ فرات ساحلِ طوفانِ زندگی

حق علمداری

(از جناب سبط احسن صاحب انجم پوری - پوسٹل اسٹنٹ دہلی)

(یہ مضمون ایک مشہور مرثیہ سے ماخوذ ہے)

(فوج محرم کی مشب کر بلا کے بباد ہر و حقیق ابن علی علیہ السلام کا زندگی کا آخری مشب ہے۔ فوج یزیدی جنگ پرتلی ہوئی ہے۔ ایک طرف شوقِ قتل و غارت ہے تو دوسری جانب آرزو کے عروں شہادت۔ جوں جوں رات گزرتی جاتی ہے سپاہِ حسین کے جانناز سپاہی سینے تانے ہوئے کبھی ٹھیاں بنو کرتے اور کھولتے ہیں کبھی میان سے تلوار بن نکال نکال کر قبضے چوم لیا کرتے ہیں پردہ مشب چاک کر دینے کا عزم بھی نئے ہوئے سینوں میں ہو تو کچھ دور رہیں)

صبح ہوئی لیکن ایسی کہ نہ کبھی اُس سے پہلے ہوئی تھی اور نہ بعد جبکہ کیا ریاں شروع ہو گئیں۔ آئیے ذرا چشمِ قصور سے خیمہ عصمت و طہارت کا منظر دیکھیں۔

بیرون خیمہ

قریبی ہاشم جناب ابو الفضل العباسؑ۔ امام عالی مقام کے ساتھ ہاتھ بانڈے ہوئے کھڑے ہیں رزقائے امام حلقہ باندھے ہوئے گرد و کمرے ہیں۔

امام علیہ السلام (صحیح کی طرف مخاطب ہو کر) میرے جانناز سپاہیو! قتل اس کے کہ ہیں دشمنوں کے حملہ کا جواب دینا پڑے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی فوج کا علم کسی ایسے شجاع اور وفادار شخص کو حاکم کریں جو اس کا حقدار بھی ہو اور اہل بھی۔

رزقائے امام، ضرور ضرور مولائے دو جہاں ضرور۔

امام علیہ السلام (جناب عباسؑ پر نظر ڈالتے ہوئے) عباسؑ۔ جانِ برادر۔ لو یہ نشانِ فوج خدا سنبھالو۔ یہ تمہارے لئے ہے اور تم اس کے لئے۔ ماشاء اللہ تم خود وقت ہو کہ حاملِ علم کتنی ذمہ داریوں کا بار اٹھاتا ہے۔ وہ بھی ایسے نازک وقت میں جبکہ ہم میں سے ایک ایک کو تنہا ہزاروں دشمنانہ خدا کا مقابلہ کرنا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر تمہارا اور تمہارے علم کا محافظ و نگہبان رہے۔ تبارک اللہ تعالیٰ۔ ادھر آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ (جناب عباسؑ جھکے ہوئے نظروں سے اپنے آقا۔ امام اور بھائی سے بغلیگر ہو جاتے ہیں) (میدانِ کربلا نعرہٴ تکبیر۔ صدائے درود اور شہیدِ مبارکِ باد سے گونج اٹھتا ہے۔ مجاہدین میں سے کوئی عباسؑ علیہ السلام کے پیشانی پر نور پر بوسہ دے رہا ہے کوئی سینے کے مصفا سے فرط مسرت سے چٹا جا رہا ہے اور کوئی دست ہائے مبارک کو آنکھوں سے لگا کر چوم رہا ہے۔

اندرون خیمہ

علیہا حضرت جناب زینب علیہا الصلوٰۃ والسلام نعرہٴ جوش و خروش سن کر والہانہ اغماز میں اپنے محبوب ترین بھائی حسینؑ کی سلامتی کے لئے دل میں دعائیں کرتی ہوئی فرماتی جا رہی ہیں "رب العزت عباسؑ کو یہ عمدہ علمداری داس آگئے۔ (فمنہ کثیر دیرینہ سے مخاطب ہو کر) ارے فتنہ کچھ دیکھا بھی تم نے۔ بیٹا حسینؑ نے

جناب زینب! یقینی۔

عون و محمد۔ اور دادا جعفر طیار تھے۔

جناب زینب! بے شک۔

عون و محمد۔ اچھا مادر گرامی! (رک کر) لیکن آپ خنا تو نہ ہوں گی۔

جناب زینب! میں نہیں کہہ ڈالو میرے لاڈلو۔ آخر کتنا کیا چاہتے ہو؟

عون و محمد۔ مادر گرامی! ہم لوگ بھی تو علم پانے کا حق رکھتے ہیں۔ کیوں؟ فرمایا یہ رکھتے ہیں نا۔

جناب زینب! (بچوں کے دل کا مجید پاتے ہوئے) بس عون محمد بس۔ میں سمجھ گئی تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اللہ یہ بیٹے بھلائے تمہیں کیا سوچتی۔ چہرے اس بات پر تہمتائے ہوئے ہیں انکس اس سبب سے سرخ ہو رہی ہیں۔ اسے تہمت تو خسر بھی آیا

جار رہا ہے۔ این ای۔ کانپ رہے ہو یہ تم دونوں کو آخر ہو کیا گیا ہے۔ میرے محمود! میرے بچے مجھے دفا تو نہ دیں گے۔ میں تو انہیں کر بلا میں اپنے مانجائے حسین پر تصدیق کرنے لائی تھی۔ رد بلا کے لئے ان دونوں کو صدقہ دینے کی آرزو تھی۔ اب۔ ایک ہوا انہیں کچھ اور ہی نظر آ رہا ہے۔ میرا بھائی (گلوگیر آواز میں)

مصیبت میں گرفتار ہے اور یہ ہیں کہ انہیں علم نہ ملنے کا غم ہے۔

”مادر گرامی! مادر گرامی“ عون و محمد نے ماں کو غیض میں آتے دیکھ کر چپکے چپکے کہنا شروع کیا۔ ہماری پوری بات بھٹو

آپ نے نہ سنی۔ دیکھئے اماں جان میں بے حد شرمندگی اور محنت

ندامت ہے۔ ہم علی مرتضیٰ کے نواسے اور جعفر طیار کے پوتے

کہلاتے چوتے بھی حق علمداری سے نہ مروت محروم رکھے گئے بلکہ

یکس پیار سے ہمارے عباس کو علم دے کر چھاتی سے لگایا ہے۔

بابا علی مرتضیٰ فرماتے تھے کہ اسی انداز سے بالکل اسی انداز سے

نانا رسول (صلعم) نے انیس جنگ غیر میں علم سیکھنا تھا۔ اللہ العالی

جیسے بابا علی مرتضیٰ کو تو نے فتح نہ کیا تھا اُسی طرح عباس کو بھی

سرخو کر دے۔ ہاں۔ فتنہ! ذرا عباس طلبہ دار کو خیر کے اندر

توبہ لاؤ۔ اللہ حمدہ علمداری پاکر عباس کیں ہم غریبوں کو

بھول تو نہیں گئے۔ ذرا میں اُن کے شانوں کا بوسہ تولے لوں۔

عون و محمد خیمے کے اندر داخل ہوتے ہیں

”مادر گرامی۔ مادر گرامی۔ جناب زینب بچوں کا آواز سن کر

جو کچھ پڑتی ہیں۔ ماں کی مانتا پھول سے رخساروں کی ہلائی بھی

نہ لینے پائی تھی کہ عون و محمد کی شکل میں حزن و ملال کی دو

تصویریں نظر آئیں۔

”کیا ہے؟“ (جناب زینب نے عون و محمد کے اترے ہوئے

چہروں اور پر نیم آنکھوں کو غور سے دیکھتے ہوئے بزرگانہ

مہکنت اور مادرانہ شفقت کے بلے مجلے انداز سے پوچھا)

”مادر گرامی۔ مادر گرامی“ (عون و محمد ڈرتے ڈرتے کہہ رہے

تھے) ”ایک بات پوچھوں۔“ (عون کا لہجہ شکایت آمیز تھا

اور محمد روٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ بچوں کے نظریں ماں

کے چہرے کا جائزہ لیتی ہوئی گویا بول رہی تھیں کہ یہیں کسی

شکایت ہے اور رنج بھرا)

”کہہ ڈالو میرے پیارو۔ وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں

غصے میں ڈال دیا ہے؟“ جناب زینب نے فرمایا۔

عون و محمد۔ مادر گرامی! ہم دونوں کے نانا جناب علی مرتضیٰ

ہم سے اس باب میں کچھ پوچھا بھی نہ گیا۔ گویا ہمارا وجود بیکار اور ہماری ہستی بے سود ہے۔ آپ ہی انعام فرمائیں یہ بات ضرورگ اور سخت کی ہے یا نہیں۔ دلی حسرتیں تو خیر دل ہی میں دفن ہو کر رہ گئیں ہم تو اب اس قابل بھی نہ رہے کہ ہم جنہوں سے نظریں ملا سکیں۔ چھوٹے ماموں سے تو ہیں اس امر میں کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ شکایت ہے اور ہماری شکایت بجا ہے کہ ہم غلاموں کو ہمارے آقا۔ بڑے ماموں جان نے کیوں بھلادیا۔ مانا کہ ہم ابھو کس ہیں مگر تیر خدا کے تیسر بھی تو ہیں۔ ہماری رگوں میں بھی تو وہی خون موجزن ہے جو ہمیشہ نانا رسول کی شریعت قائم رکھنے کے لئے بتا ہی رہا۔ بڑے ماموں جان کے سامنے تو ہم سے نظریا بھی نہیں اٹھائے جاتیں۔ اماں جان یہ بڑی مشکل ہم دونوں پر آن پڑی ہے۔ ہمارے وقار کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ آپ شکل کشا کی بیٹی ہیں۔ بڑے ماموں سے ہم دونوں کی سفارش کر دیجئے۔ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ عون و محمد پس اب چپ ہی رہو۔

جناب زینبؑ نے برستور غصہ کے عالم میں ارشاد فرمایا: میں پھر کتنی ہوں کہ تم دونوں آج کیسی ہلکی ہلکی باتیں کر رہے ہو۔ یہ وقت (خدا کسی کو یہ وقت نہ دکھلائے) جان دینے کا ہے یا علم لینے کا۔ بھیا حینؑ سے تہیں شکوہ ہے۔ شاباش عونؑ و محمدؑ شاباش۔ تم نے خوب ماں کا نام روشن کیا۔ حینی شمع کے پروانو اگر دل میں تڑپ ہے اور تڑپ میں صداقت تو حینؑ پر سچا اور اور دم نہ مارو۔ بھلا سوچو تو کسی نازیبا باتیں اس وقت کہو توں کر رہے ہو۔ آقا کی مصلحت میں غلام کا دخل یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ جب جانوں کہ جگ کے لئے سب سے پہلے رن کی

اجازت حاصل کر لو۔ اولاد علی تو علی کے صل پر قربان ہونے کے شہادت کی گٹھری کا بے جینی سے انتظار کر رہا ہے اور تم ہو کہ تمہیں علم کی ٹکر لگی ہوئی ہے ایسی ایسی باتوں پر دھیان دھرنا شیوہ مردانگی کے خلاف ہے ہی ملک محبت سے بھی بعید ہے سپاہی صرف مرزا اور مارنا جانتے ہیں تم قضیہ علدار ہی پھیر کر ماں کے دامن میں پناہ گزین ہو کیا حق محبت یونہی ادا کیا جاتا ہے۔ حینؑ کے آڑے وقت میں کام آنے کے بجائے تم اپنے اپنے کام کی باتیں کر رہے ہو۔ شرم شرم عون و محمد شرم۔ دوش پر علم رکھنے کا سودا دل میں رکھنے سے کیا حاصل۔ سر پر تلوار کے گھاؤ کھانے اور دشمنوں کے خون میں نہانے کی سعادت حاصل کرو تو اب وجد کے نام بھی روشن ہوں گے اور مجھ دکھیا کا دل بھی شاد ہو جائے گا۔ عون و محمد یاد رکھو کہ تمہارے خون بھرے ہوئے رخسار ہی تجھے خاتون قیامت کے سامنے سرخرو کر سکتے ہیں۔ میرے بچوں تہیں میرے دودھ کی قسم اب ایسی ضد نہ کرنا۔ مجھے تو یہ خدشہ لگا ہوا ہے کہ کس تم دونوں کی باتیں عباسؑ علیہ السلام نے نہ سن لی ہوں۔ عونؑ میرے دل کے ٹکڑوں اب علم کا نام نہ لینا۔ بولو جلدی بولو۔ وعدہ کرو کہ پھر علم کا نام نہ لو گے۔ (ماں کا رخ دیکھ کر بچے بللا اٹھے سے ہوئے ننھے ننھے ہاتھوں کو جوڑ کر آگے بڑھے۔ ماں کے قدموں پر سر جھکا رہے تھے کہ لیک ایک جناب عباسؑ داخل خیمہ ہوئے۔

خود مر عالم! غلام تسلیم بجالاتا ہے (جناب عباسؑ ماں بیٹوں کی گفتگو سماعت فرما چکے تھے)

جناب زینبؑ: سلامت رہو بیٹا عباسؑ۔ مبارک ہو میرے شیر۔ حینؑ کی فوج کی علدار ہی مبارک ہو۔ (بچوں کی طرف

مخاطب ہوتے ہوئے جن کی نظریں اب بھی ٹھکی ہوئی تھیں)
 ”عون و محو چھوٹے ماموں اے ہیں۔ بالادب ہو کر تعظیم بجالاؤ
 اپنا زج کے طلبدار کی خدمت میں تحفہ تہنیت پیش کرو۔“
 (جناب عباس و اوقات سے آگاہی رکھتے ہوئے افراتفر میں
 زہربل سکراتے ہوئے عون و محو کو سینہ سے لگاتے ہیں اور
 حد درجہ شفقت سے پیار کرتے ہیں)

جناب عباس۔ عذو منہ عالم! خدا ان بچوں کو اپنے بزرگوں
 کے سایہ میں پروان چڑھائے۔ خیر تو ہے یہ کج اور خصوصاً
 اس وقت غیر معمولی طور پر دل گرفتہ نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے
 انہیں کچھ کمالات نہیں گڑھے ستولائے ہوئے چہرے اور بھی ستولائے
 جا رہے ہیں۔

جناب زینب و عباس تم نے شاید ان دونوں کی باتیں
 سن لی ہیں۔ دیکھو نا بھیا۔ ذرا ان کے من و سال دیکھو اور
 یہ عزم و ہمت ملاحظہ کرو۔ بھلا نشان فوج خدا انہیں کیونکر
 دیا جاسکتا تھا۔ ایک تو ابھی یہ اس کے اہل نہیں دوسرے
 یہ کہ خدا رکھے تہا سے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا علم کا
 حقدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

جناب عباس۔ ماں کی طرح شفیق بن! اگر عون و محو کی
 یہی خواہش ہے تو مصافحہ کیا ہے علم انہیں کو دیا جائے ان کے
 حوصلے بھی پورے ہو جائیں گے اور تمہیں بھی بڑھ جائیں گی۔ باقی
 رہا میں۔ مجھے نہ کسی جملہ کی ضرورت ہے نہ حوصلہ افزائی کی
 حاجت ہے اور نہ نام و نمود کی خواہش ہے۔ آقا حسینؑ کے
 بے حد و حساب احسانات اور ان کی بے پایاں نوازشیں کیا کم
 ہیں کہ میں مزید الطاف و کرم کا خواہاں بنوں۔ میری خوشخبری

کا حال تو آپ پر ظاہر ہی ہے سرکار دو جہاں مجھے بھائی کہہ کر
 پکارتے ہیں۔ اس سرفرازی کی حد بھی ہے؟ علم تو پھر علم ہے

..... خواہر گرامی! اب ایسا کیجئے کہ عون و محو
 کا دل نہ ٹھپلا ہو۔ میں ہر حکم بجالانے کو عین سعادت سمجھوں گا۔
 جناب زینب و عباس! کیوں نہ ہو سخی ابن سخی ہو۔ کریم
 ابن کریم ہو اب غم دیدہ بن کا دل ان باتوں سے نہ ڈکھلاؤ۔

یہ تو تم تھے اپنے عباس جو ان بچوں کی باتوں پر تم نے کچھ
 خیال نہ کیا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو جانے کچھ کتنی ضمانت ہوتی۔
 بھیا خدا گواہ ہے کہنے کو تو یہ بچپن کی باتیں کہہ گئے لیکن میری
 گھڑکیاں سن کر ان کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ دیکھو یہ

اب بھی خوف و ندامت سے کانپ رہے ہیں۔ یہ بچہ جس حد تک
 ہو ہی سہے تھے کہ تم آگے پھر یہ اور بھی شرم سے گڑ گئے۔
 عباس تم بھی تو ان کے بزرگ ہو انہیں معاف کر دو بھیا۔

اپنی بہن کی خاطر معاف کر دو اور ہاں دیکھو علم کے بارے میں
 اہمیت کچھ نہ کہنا۔ شر و لانے جو کیا اُس میں میری بھی مرضی تھی
 اور پھر سب سے بڑھ کر اس بات میں بابا علیؑ رضی اللہ عنہ کی وصیت

سب پر بالا ہے عہدہ علمدار رہنا۔ اس لئے مخصوص ہو چکا تھا۔
 (بچوں کی طرف دوبارہ مخاطب ہوتے ہوئے) عون و محو چھوٹے
 ماموں جان کے قدموں پر سر رکھو اور گڑا گڑا کر معافی مانگو۔

(جناب عباس سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) ہاں عیا و عیسا
 اب ان دونوں کو معاف کر دو۔ کو میرے سامنے کہو کہ تم نے
 انہیں معاف کر دیا۔

جناب عباس یہ آپ کیا فرما رہی ہیں عذو منہ عالم! یہ بچے

محرم میں بڑھنے کے لائق کتابیں

تاریخی افسانے :- حضرت بیگ ماہی کی تازہ تصنیف - یہ کتاب تاریخ کے

سچے واقعات پر مشتمل ہے۔ ہر افسانہ آپ کو محو حیرت بنادے گا قیمت پندرہ جلد نمبر

۱۰۰ روپے کر بلا :- اس کتاب میں قتل عثمان آئینہ کر بلا :- سے لیکر مختار ابن ابی عبیدہ تک کے تمام تاریخی حالات مکالمہ کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت پندرہ

جلد نمبر ۱۰۰ روپے اگر آپ محمد و آل محمد کے کارنامے فلسفۃ الہدیت :- فلاسفران یورپ کی زبان سے

سننے کے خواہشمند ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت پندرہ جلد نمبر

۱۰۰ روپے ابن زیاد کے دربار میں قاتلان امام مظلوم کا انجام :- قاتلان امام مظلوم کے بیانات خلیفہ وقت سے حق خلافت کے متعلق لا جواب طرز قیمت ۸

جلد نمبر ۱۰۰ روپے شہادت امام حسین کے متعلق شاہ عالم حسینی یادگار :- کی رائیں ۴۰ مجاہد اعظم لعل نامی سلام علیہ دشت ۸۰ نکھو ایجنٹیشن بالقویر ۸۰ سالانہ طوکر شیعہ محمد نبر ۱۲۶۲ء ۸۰

ملنے کا پتہ شیعہ حنبلی بک کتب خانہ شیعہ لاہور

مجھے اپنے ہی بچوں کی طرح پیارے ہیں۔ شیر خدا کی بیٹی کے شیر کی تاثیر کیا کتنا۔ میں تو چشم بد دور ان کی جواکوں پر عشق کر رہا ہوں (عمون و محمد کو دوبارہ چھاتی سے لپٹاتے ہوئے) جیتے رہو میرے شیر و تمہنے اپنے دلیرانہ اقدام سے میرا دل باغ باغ کر دیا۔

جناب زینب! یہ کس کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ یہ سب تمہارا ہی حسن تعلیم ہے ان کی باتیں کہاں تک کہوں۔ جب تک اپنے نانا کے غزوات کا ذکر نہیں سن لیتے انہیں نیند نہیں آتی۔ مرحب و ہنر کے سر جدا ہونے کا تذکرہ سن سُن کر تو ان کے سینے تن جایا کرتے ہیں۔ اتنے قلیل سن میں تم نے انہیں کیسی کیسی باتیں سکھادی ہیں بھیتا۔

جناب عباسی علمدار فرما محبت سے بچوں کو گود میں اٹھا کر خیمہ کے باہر تشریف لیجا رہے ہیں اُدھر پردہ در اٹھتا ہے اور اُدھر دعا کے لئے جناب زینب کا ہاتھ۔ اُدھر در کا پردہ گرتا ہے اور اُدھر جناب زینب کی آنکھوں سے آنسو۔

شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب کا پہلا رسالہ

پیام حسین

مولفہ مولانا مرزا احمد علی صاحب قزلباش

چھپر تیار ہو گیا ہے مبران کی خدمت میں بلا قیمت ارسال کیا جائے گا آپ بھی شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب کی مبری قلیل فکر تبلیغی کاموں میں حصہ لیں سیاق چند مبران عوی سے ایک دو پیلو اور مبران خصوصی سے پانچ دو پیلو ہر آئند سال ہر نوے والے تمام رسائل مبران کو بلا قیمت ارسال ہونگے۔

قیمت فی رسالہ ۲۰ روپے لاک تین پیسے۔ حوام میں تقسیم کرنے کا فرض سے دو روپے آٹھ روپے کے ۲۰ رسائل بھیجے جائیں گے علاوہ محصول لاک ملنے کا پتہ :- شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب لاہور محلہ شیعہ

عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

(از جناب یاور حسین صاحب یاد رائے پوری)

رخست وطن سے ہوتا ہے حیدر کا یادگار
سب اہلبیت جاے ہیں ناقوں پہ اشکار
روح رسول پاک ہے جنت میں بقرار
آواز یہ بقیہ سے آتی ہے بار بار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

دیران اس سفر میں مدینہ نہ ہو کہیں
بے کادرت ہی میں قرینہ نہ ہو کہیں
ساحل پہ غرق سیرا سفینہ نہ ہو کہیں
پردیس میں تیم سکینہ نہ ہو کہیں
زینبؑ نہ ہو غریب برادر کی سوگوار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

نور نظر سیاہ ہے دنیا نگاہ میں
ڈوبا ہوا ہے قلب غم بے پناہ میں
کوئی مرے حسینؑ کو روکے نہ راہ میں
پہنچا نہ دے نصیب کہیں قتل گاہ میں
ہے خوف بھگداس لگے کہتی ہوں بار بار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

سجادہ اطاعت مولا نہ چھوڑیو
یعنی نماز عشق و تولا نہ چھوڑیو
دامن وفا کا ہاتھ سے اصلاً نہ چھوڑیو
بیٹا مرے حسینؑ کو تنہا نہ چھوڑیو
غربت میں مٹ نہ جائے محمدؐ کی یادگار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

یا قوس مدینہ کے در و دیوار روتے تھے
سب اہلبیت قیدی آزار روتے تھے
خود حریت کے قافلہ سالار روتے تھے
سروڑ کو دیکھ دیکھ علمدار روتے تھے
آواز سیڑھ کی جو آتی تھی بار بار
عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

”ماں“ تاریخ کی روشنی میں

(جانب سیدنا حسن صاحب نقوی دہرہ دون)

”سُنتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے“
میراثیں غفر اللہ نے اس مصرعہ میں ایسی بات پیش کی ہے جس کی مثال دنیا کے کسی ادب میں ملنا دشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے حالانکہ اس حقیقت سے کوئی انکار بھی نہیں کرتا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں تہذیب و تمدن - مذاہب اور رسومات کے اختلافات کے باوجود ماں کی بزرگی کا سب کو اعتراف ہے۔ ماں ہی وہ ہستی ہے جو انسانی محبت و اخوت کا صحیح معنوں میں مرکز کہلانے کی سستی ہو سکتی ہے۔ اسی کی گود میں محبت کا ابتدائی اور انتہائی سبق یاد کرنے کے بعد دوسروں کو پڑھایا جاتا ہے۔ صرف ماں ہی کی آغوش تربیت میں انسان اپنے مستقبل کو روشن بھی بنا سکتا ہے اور تاریک بھی۔ اسی پر منحصر نہیں بلکہ یہ وہ آغوش ہے جہاں قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ جو مائیں اپنے اس فرض منصبی کو سمجھتی ہیں وہ زمانہ محل ہی سے اس کا مکمل طور پر اہتمام شروع کر دیتی ہیں کسی وقت اپنے دل میں خوف و ہراس کو جگہ نہیں دیتیں ولادت کے بعد بچے کو بادروں اور سوراؤں کے قصے سناتی ہیں ہندوستانی ماں کی طرح نہ وہ بھوتوں سے ڈراتی ہیں نہ جھوٹی اور بید از قفل کمائیوں سے بچوں کا دل ہلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان بچوں کے تحت نشو و نما میں خوف و ہراس جگہ نہیں پاتے۔ ان کے اباؤں اور عموں کے بلند ہوتے ہیں وہ اپنے مستقبل کی عمارت نہایت شاندار بنانے

کے واسطے ہر قسم کی قربانی کو تیار رہتے ہیں۔ بعض قدیم ممالک کے اقبال تو یہاں تک ہیں کہ بچے کی تعمیر میں بہ نسبت باپ کے ماں کا زیادہ حصہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ مینے اپنے حکم میں لکھ کر اپنے خون سے پرورش کرتی اور ولادت کے بعد بھی کافی عرصہ تک اپنے دودھ سے اس کو پالتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ماں کے زیادہ اثرات قبول کرتا ہے۔ مجھے اس سے یحیٰ تہیں۔ لیکن حقیقت سے انکار کرنا بھی ظلم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بچہ اپنے خاندانی اثرات سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اپنے آباؤ اجداد کی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ مگر آپ کی نگاہوں سے حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کا قصہ بھی پوشیدہ نہ ہو گا خدائی قرطوفان کے لباس میں زہر ویا پر ہے دیو پیکر موجب زمین کی ہر چیز کو بڑھ بڑھ کر غرق کر رہا ہے۔ خدا کا برگزیدہ پیغمبر نجات کی کشتی میں بٹھا ہے۔ سامنے بیٹے کو ڈوبتے دیکھ کر محبت پوری جوش میں آئی فرمایا اب بھی میرے پاس چلے آؤ لیکن ناخلف بیٹے نے جواب دیا میں تمہارے خدا سے پناہ نہیں مانگتا۔ یہ معمولی باپ کی اولاد نہ تھا بلکہ نوح علیہ السلام کی فرزند تھا کیونکہ باپ کا اہل اور خصوصیات کا حامل ہو سکا۔ خدا نوحؑ سے یہ مطلب نہیں کہ انکی والدہ محترمہ پر حق گیری کر سکیں میرا مقصد تو صرف آپ کو یہ بتلانا تھا کہ خاندانی اثرات

بھی کبھی کبھی بچہ قبول نہیں کرتا۔ ایسی شالیں صفحہ تاریخ پر آپ کو بہت مل جائیں گی لیکن غالباً کوئی نفیر ملنا غیر ممکن ہے کہ کسی بیٹے نے ماں کے حکم سے سترابی کی ہو۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ بچہ کی پرورش و پرداخت میں ماں کے خون امد و مدد کے زیادہ اثرات ہوتے ہیں۔ انسان کی زندگی ماں کی آغوش میں بنتی اور بگڑتی ہے اور اس کا انحصار صرف ماں پر ہے۔ ایک مشہور ڈاکو سے پچھانی دیے جانے سے پیشتر آخری خواہش معلوم کی گئی کہ اس نے جواب دیا میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ غرض کہ ماں بلائی گئی۔ لیکن آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ ڈاکو کی طاقتور انگلیاں ماں کی گون میں سمائی ہو گئیں یاں تک کہ اسکی روح قفس غصہ کی چھوڑ کر پرواز کر گئی۔ پوچھنے پر ڈاکو نے بتایا کہ یہ وہ سہتی تھی جس نے مجھے اس شرمناک پینے کی جرات دلائی اگر یہ پہلی مرتبہ چرا کر چیز لانے پر رکھ نہ لیں تو میرا یہ انجام نہ ہوتا۔ دیکھا آپ نے یہ ہے وہ حقیقت مسلم جس پر پردہ ڈال کر پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا۔

یہی تہم وجہ رہے جن کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام ایام براء و شرم علم کے دروازے کو حضرت فاطمہ صدیقہ کی رحلت کے بعد کسی ایسے قبیلہ میں شادی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو بادری میں فرد ہو۔ جناب قبیلہ راکی رائے سے آپسے ام البنین سے عقد کیا جو قبیلہ بنی کلاب سے تھیں۔ یہ قبیلہ بنی ہاشم کے بعد عرب میں سب سے زیادہ ممتاز۔ بہادر اور شجاع تھا شہزاد اس کی مدد میں قصائد کہنا باعث فخر و مبالغہ سمجھتے تھے۔ بہر حال حضرت علیؑ کے کئی صاحبزادے جناب ام البنین کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے جو بادری

میں یکٹائے روزگار تھے اور عرب میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ لیکن ان سب صاحبزادوں میں حضرت عباسؑ سب سے زیادہ بہادر۔ جوی۔ شجاع اور سادت ہوئے مکے باوجود وفا شعار اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنا مقابل نہ رکھتے تھے خانہ ابی بنی ہاشم کے لئے آپ کی ذات گرامی باعث فخر تھی یہی سبب تھا کہ آپ کا لقب قمر بنی ہاشم مشہور ہوا۔ ان کی ذات وہ تھی جس کے لئے حضرت فاطمہ طاہرہ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی تھی کہ الیا فرد عطا فرما جو میرے مہین کی ہر کٹھن وقت میں امداد کرے۔ آپ کی پیدائش سے دعا قبول ہوئی۔ حضرت علیؑ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور اصلیت تو یہ ہے کہ ذہن قدرت میں مقصد تخلیق ہی یہ تھا کہ حسینؑ کی قیادت اور کر ملا کے رگبتان میں باطل کی قوتوں کو نیست و نابود کر کے حق کا بول بالا کریں اور رسول کے پیغام کو عملی جام بنائیں قدرت کے انتظامات ملاحظہ فرمائیے جب آپ پیدا ہوئے تو نہ آنکھیں کھولیں نہ شیر مادر کو منہ لگا یا برابر گر بیر کرتے رہے باری باری سب نے ہلانے کی سعی و کوشش کی لیکن ناکام رہے یہ بچہ کسی اور آغوش کی تلاش میں تھا رحیل آئے عباسؑ کو گود میں لیا زبان منہ میں دیدی۔ بچہ نے لعاب دہن چوستا شروع کر دیا آنکھیں کھول دیں۔ گھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ آپ کے پدر بزرگوار علیؑ ابن ابی طالب نے بھی دنیا میں سب سے پہلے رسول کا لعاب دہن چوسا۔ اور چہرہ انور دیکھا تھا۔ حسینؑ سبط رسول تھے عباسؑ نے باپ کی تانگی کی اور نجات کر دیا کہ یہی سبط رسول اور باعث نجات امت ہیں۔ عباسؑ بھی حضرت علیؑ کے طرح مہین کے ہمراہ سایہ کی

مانند رہے۔ یہ معمولی انسان نہ تھے کسی نے کہا ہے کہ بچے کے پاؤں پالنے میں نظر آ جاتے ہیں بچپن ہی میں آپ کے علم و فضل کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ باپ کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں علی فرماتے ہیں "بیا کو ایک" آپ حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ علی کہتے ہیں "کو دو"۔ لیکن اب تعمیل نہیں ہوتی۔ آپ دوبارہ حکم دیتے ہیں یہ پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔ دریافت کرنے پر عرض کرتے ہیں "یا اجا زبان سے ایک کہدیا اس سے دو کیلئے کوں۔ علی فرطِ محبت سے عباس کا منہ چوم لیتے ہیں۔

آج دنیا یہ کہتی ہے کہ ایک بھائی دوسرے سے محبت نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری مائیں اپنا یہ ذمہ داری محسوس نہیں کرتیں کہ وہ دو بھائیوں کے دلوں میں محبت و اتفاق کا ایسا بیج بویں جو ہستی مر سبز و شاداب رہے یہ فرض صرف ماں کا ہے۔ اسی کی سستی و کوشش سے دو بھائیوں کی راہوں میں تفاوت نہیں رہتا۔ سکے لیا کیوں میں تو پھر بھی اتحاد ممکن ہے لیکن دنیا میں بہت سے واقعات ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ سوتیلی ماں اپنی اولاد کو ان کے سوتیلے بھائیوں سے استغناء و متنفر کر دیتی ہے کہ ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کے پکے دشمن ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا سوتیلی ماں اپنی اولاد کی طرف سے شوہر کے دل میں ہر طرح جذبہ محبت اور سوتیلیوں کی طرف سے جذبہ منافرت کا ایسا ختم بودیتی ہے کہ مرد بھی اپنی بیوی کا بچھال ہو کہ دوسری اولاد پر ظلم و ستم کا باعث بن جاتا ہے۔ آپ کہیں گے آخر مرد آنکھوں پر ٹپکیوں باندھ لے۔ دیکھئے وہ غریب ہر وقت گھر میں نہیں رہ سکتا اس پر اور بھی ذمہ داریاں بہت ہیں وہ نہیں دیکھ سکتا کہ آخر معاملہ کی اصلیت کیا ہے۔

مانا کہ مرد کا فرض انصاف کرنا ہے لیکن بیوی پھر بیوی ہے۔ اس کا کتنا نہ ماننے میں بہت سی خرابیاں کا خطرہ ہے اس کے علاوہ خاص بات یہ ہے کہ جب وہ اٹھتے بیٹھتے باتیں سننے لگے تو کبھی نہ کبھی اثر ضرور لے گا۔ بعض اوقات دیکھی گیا ہے کہ صرف سوتیلی ماں کی بدولت اولاد کو باپ نے بغیر کسی جرم و خطا کے محرم الارث بھی کر دیا۔ جس کی مثال تاریخ ہند کے صفحات آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ حضرت میمن سے کئی ممدی پشیرا جو دھیا کے راجہ دشرتھ تھے جن کی کئی بیویاں تھیں اور ان کے بطن سے کئی لڑکے تھے سب میں بڑے رام چندر کی ولیحد سلطنت تھی۔ لیکن چونکہ راجہ اپنی چھوٹی رانی کیلئے بہت محبت کرتے تھے اور رانی کیلئے چاہتی تھی کہ تخت سلطنت کا وارث بجائے رام چندر کے میرا لڑکا بھرت ہو اسی خیال کے تحت راجہ دشرتھ کو ایک دن بہت مہربان دیکھ کر اپنے تین مچر (قول) پورے کرنے کا وعدہ لے ہی لیا۔ یہی وہ ایسا عہد تھا جس کی وجہ سے رام چندر جی کو چودہ سال کا بن پاس اور بھرت کو تخت حکومت نصیب ہوا۔ لیکن آپ رام کا اعلیٰ کیرکیر (Character) ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے باپ کے حکم پر خذویشانی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیا اور جانے کا تیاریاں کرنے لگے۔ لکشن جی جو ان کے سوتیلے بھائی تھے باوجود انتہائی امرا کے ہر اہی کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ بہر حال رام چندر لکشن اور ستیا جی تینوں وقت مقررہ پر عزیز و اقارب دوست و احباب اور ماں باپ کو خیر باد کہہ کر مدتِ طریک کے واسطے جتے ہوئے انکھوں اور محبت بھرے دلوں کی دعاؤں کے سایہ میں رخصت ہوئے۔ اس دن تمام رعایا میں غم منایا گیا۔ راجہ دشرتھ

دیکھتے ہیں۔ یہ صرف ان ہی کا فیضِ تربیت تھا کہ وہ خلیفہ بن جائیں۔ انہوں میں اس قدر محبت، اتفاق اور یکجہتی تھی۔ یہ اگر چاہیں تو آپس میں برسرِ پیکار ہو سکتے تھے۔ لیکن نہیں یہ گوارا نہ کیا بلکہ ایسی تعلیم دی جس سے آنے والی نسیل نصیحت حاصل کریں اور تاریخ، تاقیامت فخر کرتی رہے۔

میرا مقصد تقابل نہیں لیکن تاریخِ عالم عرب کے رنگ و تان میں ایک ایسی ماں پیش کرتی ہے جو اپنی آپ ہی نظیر اور دنیا کے واسطے قابلِ تقلید ہستی ہے۔ یہ منظر حضرت عباسؑ کی حقیقی والدہ اور حضرت امام حسینؑ کی سوتیلی ماں حضرت ام البنین ہیں۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کی بیوی ہونے کی حیثیت سے حضرت فاطمہ زہراؑ کے برابر تھیں لیکن کبھی یہ دعویٰ نہ کیا۔ آپ جانتی تھیں کہ فاطمہؑ رسولؐ کی بیٹی اور خاتونِ محشر ہے۔ جس کے در پر فرشتے آواز دیکر آتے تھے۔ جبرئیلؑ جیسا مقرب بارگاہِ خدا گوارہ جنبانی اور چکی پینا قابلِ فخر سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے فرزند عباسؑ سے ہنس کر دریافت کیا بیٹا حسینؑ تو تمہارے بھائی ہیں پھر تم ان کو آقا اور اپنے کو غلام کیوں کہتے ہو؟ حضرت عباسؑ نے عرض کی آپ بھی تو اپنے آپ کو فاطمہؑ کی لونڈی کہتے ہیں۔ دیکھنا آپ نے کیا دنیا کوئی ایسی عظیم النظیر مثال پیش کر سکتا ہے؟ اور بھی واقعات پیش کرتا لیکن مضمون طویل ہو جانے کی وجہ سے مجبور ہوں۔ یہ تو میں لکھ ہی چکا کہ صرف امام حسینؑ کی معیت کے واسطے حضرت علیؑ، عباسؑ کو پرورش کر رہے تھے یہاں تک کہ دینِ مہر و حریم قریب آیا آپ نے اپنی تمام اولاد کا ہاتھ امام حسنؑ علیہ السلام کے ہاتھ میں اپنا نائب ہونے کی حیثیت سے دیا لیکن عباسؑ کو حسینؑ کے سپرد کرتے ہوئے وصیت کی بیٹیا ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

چونکہ قول ہمارے تھے لہذا مجبور تھے سوچنے کی چیز ہے ضعیفی کے عالم میں ہونمار اور ہردلعزیز اولاد کی جدائی برداشت سے باہر ہے۔ مگر تاریخ ہمیں بتاتی کہ رام چندر کے والدہ نے اس موقع پر اپنے لختِ دل کو یاپ کی نافرمانی پر اکسایا ہو۔ یا لکشن کی ماں نے سوتیلے بھائی کے ساتھ جانے کو منع کیا ہو۔ اس میں شک ہیں کہ لکشن کا یہ اشار قابلِ ستائش ہے کہ عیش و عشرت اور راحت و آرام کو چھوڑ کر بھائی کے ساتھ مصائب و آلام کا سامنا کریں۔ لیکن یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ لکشن رام چندر کے رعایا میں ہردلعزیز کا سے واقعہ تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہردویاں رام کے ساتھ ہیں۔ کوئی مخالفت نہیں جس کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو یا کسی سے جگ کرنا پڑے۔ یہ عرصہ طویل سہی لیکن اسکے بعد اگر زندگی نہ وفا کی تو سلطنت رام چندر کا حصہ ہے کیوں نہ برادرانہ تعلقاً کو استوار ہی رکھیں۔ سیتا جی کے لیجانے پر جو راون سے لڑائی ہوئی وہ ایک ناگمانی حادثہ پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ پس جنگ میں لکشن نے بھی ہومان جی اور رام چندر کے دوش بردوش حصہ لیا ایک مرتبہ زخمی بھی ہوئے اور شدید طور پر۔ لیکن یہ تنہا نہ تھے ہومان جی کا فوج ہزاروں کی تعداد میں ان کا ساتھ دے رہا تھی۔ عورتیں ہمراہ نہ تھیں۔ پانی اور غذا پر کسم پسم کی بندش نہ تھی۔ لڑائی کے وقت کوئی پانی نہی اور ایسی چیز پاس نہ تھی جو مارنے ہو یا جنگ میں رکاوٹ کا باعث۔ نہ ہی اختلافات کے باوجود بھی انصاف و ایستادگی رہی۔ ایسی قربانی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم رام چندر اور لکشن کے ساتھ ساتھ ان کا ماؤں کو بھی عزت و احترام کی نگاہوں سے

لہذا علیؑ کے اس فرمانبردار اور اطاعت شعار فرزند نے مرنے کے بعد بھی ایسا ساتھ دیا کہ وہیں ہند جنابؑ کا آخر کنوئی علیؑ کا مقام کو کھنا پڑا

مر کے بھی بازوئے شہ بہراہ بھائی کے رہا
ساتھ ہے تابوت کے اب تک علم عباسؑ کا

خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ کے بعد سازش سے امام حسینؑ زہر سے شہید کے گئے۔ امیر معاویہ کے بعد سلطنت کے تخت سلطنت پر یزید جیسا بدکاہ بیٹھا اور وہ زمانہ آیا جب امام حسینؑ کو کوفیوں کا دعوت پر اپنا وطن مدینہ چھوڑنا پڑا لاکھ لاکھ سب نے منع کیا لیکن مصلحت اور نجات امت اسی میں مضمر تھی آپ تیار ہو گئے۔ مخدرات و طارات کو ہمراہ لیا۔ عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہوئے۔ زمانہ خانہ ان بنی ہاشم کے لئے پُر آشوب تھا۔ حضرت ام البنینؑ کربلا میں ہونے والے واقعات سن چکی تھیں۔

آپ جانتی تھیں کہ حسینؑ ضرور باغیوں کے ہاتھ سے قتل کر دیے جائیں گے۔ ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے باوجود وہیں کہ ساتھ جانے کی اجازت دی اور فرمایا بیٹا حسینؑ کی خدمت میں کو تاہی نہ کرنا یہ فاطمہؑ کا لاڈلا اور محکمہ کا نواسا ہے۔ ایسا نہ ہو قیامت کے دن رسولؐ کی بیٹی سے سرخروئی حاصل نہ ہو سکے۔

یاد رکھنا دودھ نہ بجھتوں گے۔ آئیے اس موقع پر آپ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا واقعہ یاد دلاؤں جن کی یادگار ہر سال عالم اسلام میں منائی جاتی ہے۔ آپ نے خوابؑ بچا کہ اپنے صاحبزادے کو ذبح کر رہے ہیں۔ صبح ہوئی خدا کا یہ سچا بنی عبادت سے فارغ ہوا اور بیوی سے فرمایا انجیل کو اچھا سا لباس پہنا دو۔ حضرت اسمعیلؑ کی والدہ ماجدہ نے

دریافت کیا کہیں لیجا تاہم آپ نے کہا ایک دوست کے یہاں دعوت ہے۔ شاید آپ کہیں کہ ایک نبیؑ نے معاذ اللہ جھوٹ بولا۔ ایسا ہرگز نہیں ہر نبیؑ مصوم اور اسکی ذات ان مادی خیالات سے پاک ہوتے ہیں اسکے علاوہ دروغ مصلحت آمیز کسی مذہب و ملت میں گناہ نہیں ممکن ہے حضرت خلیلؑ نے سوچا جو کہ حق بات کہنے میں شاید ماں کا ماتا بھرا دل اپنے لخت جگر اور نور بصیر کو میرے ہمراہ بھیجنے میں مانع ہو۔ آپ جانتے تھے کہ ہر عورت تمام آلام و مصائب برداشت کر سکتی ہے مگر اولاد پر آسح نہیں آنے دیتی۔ لیکن حضرت ام البنینؑ کی بہت واثار کو ملاحظہ فرمائیے کہ رخصت کے وقت آپ نے اپنے فرزند عباسؑ سے کیا کہا اور صرت عباسؑ ہی نہیں بلکہ تمام فرزندان کو سبط رسولؐ الثقلین امام حسینؑ کی خدمت میں قربانی کے واسطے پیش کر دیا۔

امام حسینؑ نے سرزمین کربلا پر پہنچ کر خیمے نصب کر رکھے وقت کر ڈھیں بدلتا رہا یہاں تک کہ حرم الحرام السلام کی دوسویں کو تاریخ عالم کا وہ خونچکاں واقعہ ظہور میں آیا جس پر بعد کی نسلیں محبت و عقیدت کے آئینہ نگار اور کرتا رہی ہیں اور ہمیشہ تیار کرتی رہیں گی۔ حسینؑ کا لشکر ہی کتنا تھا صرف چند اصحاب و فادار اور عزیز و اقارب پر مشتمل بہتر فرد جن میں وہ کرمیہ ضعیف بھی تھے جن کی گھنوں تک سفید ہو چکی تھیں۔ چند جوان اور شیر خوار بچے۔ مگر اس مبادرے سے جو کفن بردوش اور سرکھٹ ہو کر میدان میں اتر آئے لڑنا یا زینچہ اطفال امین ہر حال حیدر کی ماد کا فتح اور حسینؑ مظلوم کی ظاہری شکست سچے حق و باطل میں ایسا فرق پیدا کر دیا کہ ہر آزاد اور انصاف پسند

دل پر ہمیشہ کے واسطے حبیبی قبضہ ہو گیا۔

اس موقع پر عباس کی خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ انہوں نے وہ کام کیا جو تاریخ کے اوراق پر سنہری الفاظ سے ایسا لکھا گیا کہ مٹا نہیں مٹ سکتا۔ عباس نے بلاشبہ وہ خدمات انجام دیں جو دوسرا انجام دینے سے قاصر رہا۔ انہی آنکھوں کے سامنے بھائیوں، بھتیجیوں اور دوستوں کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھ کر وہ ہنسنے و خند ہاتھ سے نہ چھوڑا حکم امام کے سامنے برسرِ تسلیم خم ہی کرتے رہے۔ ان واقعات سے تاریخ پھری پڑی جو وہ نہانا آپ مجالس میں سنا کرتے ہیں۔ لیکن آئیے میں آپ کو وہ واقعہ یاد دلاؤں جو اس مضمون کے لکھنے کا سبب ہوا۔

جب بن شہید ہو چکے اور اہلبیت رسول کے سروں سے چادریں ایک چھین لی گئیں۔ قید کر لیا گیا شہیدانِ راہ خدا کے لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر شقیایہ کو ذوالشام لے کر بلا سے کچل دیا۔ پڑے پاس خبر پہنچی کہ رحمۃ اللہ علیہ اور سرِ امیر کا گھر بے دریغ غل کر دیا گیا تو اس نے ایک قاصد کو مدینہ رسول میں خبر سنانے کے واسطے معین کیا۔ بہر حال قاصد پہنچا منادی کر دی گئی۔ جوق در جوق تمام لوگ بالخصوص بنی ہاشم مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ پیغامبر منبر پر گیا اور حمد و ثنا سے آسمی کے لوح کہا کہ حسین بن علی شہید کر دئے گئے۔ یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے آواز کرید و نزاری بلند ہو کر مسافتِ فداک سے ٹکرانے لگی۔ لیکن اہلِ نبین کھڑی ہو گئیں۔ نجف کی طرف رخ کر کے فرمایا علیؑ سنا تم نے حسینؑ غریب الوطنی میں شہید کر دئے گئے۔ اور عباسؑ زندہ ہے حشر کے دن رسول خدا اور فاطمہؑ دہرا کے سامنے کس منہ سے جاؤں گی۔ کیا میں نے عباسؑ کو اسی لئے پروردگار کیا

تھا؟۔ آپ کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو رہی تھیں لیکن ابھی وہ لوگ زندہ تھے اور مسجد میں موجود جنہوں نے علیؑ کے فضائل اپنے کانوں سے رسول کی زبان سے سنے اور بہادری کے قصے نہیں بلکہ انہی آنکھوں سے لڑائیاں دیکھی تھیں۔ حضرت ام البنین کو ایسی حالت میں دیکھ کر پریشان ہوئے۔ قاصد نے مودبانہ عرض کی مغفہ آپ شریف رکھئے اور مطمئن رہئے کہ عباسؑ ابن علیؑ مع اپنے بھائیوں کے حسینؑ کی حمایت میں حمایت بہادری سے لڑے لیکن آخر کار وہ بھی حسینؑ سے پہلے قتل کر دئے گئے۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا عباسؑ میں تم سے خوش ہو گئی اور وہ غمخیز دیا۔ تم نے اپنا حق ادا کیا اب روز قیامت فاطمہؑ سے محبوب ہو سکو گی۔

ہم نے نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کسی ذاکر سے سنا کہ حضرت ام البنین کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی ٹپکا ہو بلکہ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

یہ ہے وہ اعلیٰ ترین ایثار و قربانی حسینؑ کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم مجبور ہے۔ اور یہ ہے وہ ماں جس نے سکے اور سوتیلے کا امتیاز مٹا کر قیامت تک آنے والی نساؤں کو دعوت و فکر و عمل دی۔

اندر سے اپنے صبر و تحمل پر اعتبار (فضل)
سینے میں دل تپاں ہے مگر کانپتا نہیں

عبدال

(از جناب منظر حیدری)

عباس علیہ السلام شہنشاہ مدینہ شیروں کو ترے خوف آتا ہے
 اے وہ کہ ترے نام سے بچنا فانی تو خاتم دل ہے محبت کا گنبد
 شبیر کو آقا ہی کہا تو نبیؐ جھوٹا دم آخر بھی قاتل کا نہ قرینہ
 اک تجھے ہی کیا تھی ترے قاتل کو مدد ایمان پر غاش تھی اسلام سے کینہ
 اسلام کی تعمیر کی تکمیل ہوتی ہوتا جو دشمن تلخون اور سینہ
 اے نہر پر سوسے ہوئے جہاد گرداب میں ہے آلِ جمہور کا سفینہ
 اے شیرِ مدینہ کے تومیدان میں کھڑے بے لالہ کا ہے آفائے مدینہ
 پیاسوں کی ذرا بڑا پیاس ٹھکانا مشک اور علم لانی ہے معصوم
 ایشیاء پیاسوں کے لئے کھنکھاتا جب مشک پہ تیرا باسبر کو دینا
 مٹانے بھی سر بھی نیر کی آبی پر طے کر لیا معراج کا آخری زمین
 زندان میں بلاتی ہو تجھے دخترِ شبیر جب گھر کیاں تیا ہوئے شرمینہ

اے ناصرِ اسلام یہ اسلام کے دشمن

مضطر ہے چھڑا کر ہی ہے مسکن چھین

لے معصفت نے اعدائے دینی کی افواہانچوں سے تنگ آکر ناپاؤن

دھینچہ ترک کر دے امدادِ خداوندۃ ۱۹۴۳ء میں مقامِ فوتات مستقل

سکونت اختیار کی۔

کعبہ بناسا ہوں ترے در کے سامنے

(از جناب عالم الرضوی صدر انجمن بھٹنی آگرہ)

دل جھکا رہا ہے روحانہ انور کے سامنے
 کعبہ بناسا ہوں ترے در کے سامنے
 دل کی بساط کیا غنیمت سرور کے سامنے
 آئینہ رکھ رہا ہوں سکندر کے سامنے
 خود سو کے یہ نصیب رسالت جگائے گا
 مشکل یہ کیا ہے نفسِ پمیر کے سامنے
 دونوں جہاں غم بھرے دل پر نثار ہیں
 کونین کیا بھرے ہوئے ساغر کے سامنے
 ارمان دل سمجھ کے گلے سے لگا لیا
 تیرے شعبہ آیا جو اصغر کے سامنے
 اک ٹوخ پہ آفتاب بھی قائم نہ رہ سکا
 شبیر تیرے روئے نور کے سامنے
 قاسم کے آگے آیا جو ازرق بکاری موت
 کاشا کھٹک رہا ہے گل تر کے سامنے

تیری لحد نہیں مرے دل کا مزار ہے
 ماں کہہ رہی ہے تربتِ اصغر کے سامنے

اسلام والو! شبیرِ اسلام ہے ہی
 بیت کا ذکر جانِ پیغمبر کے سامنے

عالم انیس وائس پہ لاکھوں سلام ہوں
 فزہ کی کیا چمک نہ واختر کے سامنے

دوبلینی مرثیہ

(حسینی شاعر فضل کے قلم سے)

نقد و تبصرہ

یاد مقصد مرثیہ کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یعنی بڑھنے والے بھی روئے اور نکلنے والے کی آنکھ کا آنسو بھی نہ ٹھہرنے پائے۔ شیعہ شاعروں کی خصوصیات میں فصاحت و میری گئی ہے، صریح ہی نہیں بلکہ اردو سے اردب جیسے کہ حسینی شاعروں کے مخصوص ہے، اور یہ خیال تنگ نظری پر نہیں بلکہ واقعہ ہے، آج جبکہ اردو کے شاعر زبان اور فصاحت کے لحاظ سے دنیا میں مشہور ہیں وہ سب نوئے فیصدی شیعہ ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور مشاہدات سے دنیا انکار نہیں کر سکتی یہی وہ اہم خیال تھا جس کو ختم کرنے کے لئے ہمارے دوست نیاز صاحب فتحپوری کو آج سے بارہ چودہ سال پہلے ایسی ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ آتش و غیرہ کو غیر شیعہ ان کے کلام ہی سے ثابت کر دیا جائے تاکہ شیعہ قوم کو اردو شعرا کے سلسلے میں جو فخر ہے وہ ختم ہو جائے۔ مگر قدرت کی پیداوار پر تو قبضہ نہیں، بفرض محال اگر مرحوم شعرا کو اپنے زمرہ میں شامل کر بھی لیا جائے جب بھی زبانوں کو کیسے اپنا کا جاسکتا ہے؟ ہماری قوم کے ہر شاعر کے خصوصیات میں زبان اور اس کی فصاحت لازم و ملزوم ہوتی ہے۔ جتنا موجد سرسوی بھی حسینی شاعر ہیں، آپ کی زبان بھی ”کوثر“ میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ کے تبلیغی مرثیوں کا سلسلہ جاری ہے جن کے ذریعے آپ ایک اہم قومی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ناظرین نظارہ کو یاد ہو گا کہ ابھی حال ہی میں ہم نے ”مرثیہ غیر مصوم“ کہے جانے کے سلسلے میں کتنے مضامین لکھے اور کتنی رحمتیں برداشت کیں بعض لوگوں کو اپنے سے ناراض بھی کر لیا اور چند ایسے تھے جنہوں نے اس بحث سے متاثر ہو کر ذاتیات کی تاریکیوں میں نظارہ کی خریداری تک چھڑی۔ مگر سچی بات تو یہ ہے کہ سچ کہنے میں حق کا ساتھ دینے میں اور حسین ابن علیؑ کی محبت میں اگر نظارہ اپنے ایڈیٹر محبت کام میں آجائے جب بھی ہمیں کوئی پروا نہیں، ہم ہر قربانی اور ہر خدمت کے لئے تیار ہیں، لیکن اگر ہم یہ دیکھ لیں گے کہ فلاں رشتہ حسین ابن علیؑ کے راستے سے منسلک ہے تو ہم نہ خود اس پر طعین گے اور نہ اپنے احباب کو کاغذ مزین ہونے دیں گے۔ مختصر یہ کہ ہم ایسے مرثیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں جو حسین ابن علیؑ یا ان کے اعزاء و اصحاب سے مخصوص ہوں جیسا کہ ہوتا آیا ہے۔ اور وہ مرثیہ ہی نہیں جو حضرت اہل بیت کے اعزاء و اصحاب یا متعلقین اور معصومین سے مخصوص نہ ہو۔ خیاب موجد سرسوی، ہماری قوم کے ممتاز شعرا میں سے ایک ہیں، آپ نے بھی ہمارے ہی طرح مع اہلبیتؑ کے لئے اپنے کو مخصوص کر لیا ہے، اور سب سے اعلیٰ خیال یہ ہے کہ آپ کے مرثیے ایک جانب تو رنگ تبلیغ میں غرق ہوتے ہیں دوسری طرف اصلاحی ہوتے ہیں اور آخر میں مال مجلس

گرامی محتاج تجارت نہیں ہے آپ ہماری قوم کی ان بزرگ اور ممتاز ہستیوں میں سے ہیں جن کا وجود قوم اور ہر فرد قوم کے لئے باعث فخر کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے دینی اور قومی خدمات کا جو ہمہہمہ نشان سلسلہ شروع کیا ہے اس ملک کا سب سے زیادہ قیمتی اور آبدار موتی "البلاغ المبین" ہے، جو اسلامی سیاست اور مذہبی و معاشرتی اور تاریخی چیزوں کا مجموعہ ہے، افسوس ہے کہ قلیل وقت میں ہم اس کتاب پر ناچیز رائے کا اظہار نہیں کر سکتے۔ انشائے ابو الفضل العباس نمبر کی اشاعت کے بعد اس فرض کو ادا کیا جاسکے گا۔ کیونکہ آجکل جب پڑھنے ہی کا وقت نہیں ہے تو لکھنے کا وقت کیسے نکال سکتا ہے۔ "البلاغ المبین" ۴۴۴ صفحات کی ضخیم کتاب، قیمت ۱۰ روپے، اور نمبر ۱۲۴ ہے جو نظامی پریس لکھنؤ سے منگائی جاسکتی ہے۔

جاڑوں کے کپڑوں

کی دھلائی اور رنگائی بہت مشکل ہوتی ہے، کیونکہ عام طور سے ایسے مصلحوں سے یہ کپڑے دھوئے جاتے ہیں جس سے گلے اور پر باد ہو جانے کا امکان ہوتا ہے، لیکن نیوز وکٹوریہ لاڈلری "میں تمام ہوا کا خاص انتظام کیا گیا ہے، اور دام کم اور کام اچھا۔ آزمائش شرط ہے

نیوز نیوز وکٹوریہ لاڈلری وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہمارے سامنے اس وقت آپ کے درتیلینی مرثیے موجود ہیں۔ ایک حضرت علی اکبر کا اٹھارواں سال۔ اور دوسرا سفینۃ النجات ہے ہم نے دونوں مرثیوں کو اگرچہ بعض بعض مقامات سے پڑھ تو لیا ہے لیکن تبصرہ دہی ہوتا ہے جو پڑھنے کے بعد کیا جاسکے۔ ابو الفضل العباس نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں ہماری مصروفیت جھپٹی ہوئی چیز نہیں ہوتی، اور واقعی ہم بالکل مجبور ہوتے ہیں، انتہا یہ ہے کہ ہم کوشش کے باوجود بھی خود کو کوئی مضمون اس نمبر کے لئے نہ لکھ سکے۔ چنانچہ ان مرثیوں پر واقعی تبصرہ تو آئندہ کیا جاسکے گا۔ لیکن صرف اتنا کہ یہ دونوں تیلینی مرثیے محرم کے سلسلے میں مومنین کو طلب فرما کر مجلسوں میں ضرور پڑھنا چاہئے۔ اس پر علمائے کرام اور حضرات واعظین کی تقارین بھی ہیں۔ یہ دونوں مرثیے احادیث اور قرآن مجید کی آیتوں پر نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں، سفینۃ النجات کی قیمت ۱۲ روپے دوسرے تیلینی مرثیے کی قیمت (جس کا نام حضرت علی اکبر کا اٹھارواں سال ہے) ۱۰ روپے علاوہ محصول ہے۔ جو حسب ذیل پتہ سے منگائے جاسکتے ہیں۔

علی بھائی شرف علی انید گمنی لمیٹڈ

۳۳۳ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نمبر ۳

البلاغ المبین : نوشتہ خیاب آغا محمد سلطان صاحب (ریٹائرڈ) ڈسٹرکٹ سیشن جج بالقابہ۔ آغا سلطان مرزا صاحب کی ذات

اس شان سے دریا سے حیدر کا پسر نکلا جس طرح کہ بادل سے بل کھاتا قمر نکلا
 دریا سے شجاعت کا نایاب گھر نکلا پانی لئے دریا سے اور خون میں تر نکلا
 حیدر کی صدا آئی یہ شیر ہمارا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دولاہا ہے
 لوگر پڑے گھوڑے سے عباسؑ لپ دریا اک زخم رسیدہ پہ سب ٹوٹ پڑے اعدا
 ہاتھوں سے کمر تھامے روتے ہیں شہ والا اے فخر سکینہ کا مجروح ہوا سقا
 اب ہر مدد شہ کو غازی نے پکا رہا ہے
 شیر کا پیارا ہے حیدر کا دولاہا ہے

== سپہ سالار حسینی ==

== عباسؑ ابن علی ==

— (از جناب عباس علی صاحب و قافلہ گاہ پوری) —

لشکر کا علمدار پسر حق کے ولی کا	جو قوت بازو تھا حسین ابن علی کا
جو قلب فاروق و فاجان و فاتھا	جو نیر دین شمع شبستان و فاتھا
عابد بھی مجاہد بھی بہادر بھی سخی بھی	غازی بھی نمازی بھی دلاور بھی سخی بھی
ہاشم کا قمر فوج حسینی کا ستارا	شیر کی ڈھارس تو سکینہ کا سہارا

== دریا کی ترائی جو بہت شیر کو بھائی! ==
 == نیند آگئی اور سو گیا شیر کا بھائی! ==

ہمارا زاویہ نگاہ

— (از جناب بیباک ماہلی مدظلہ) —

جہاں پہنچ کر ہیں یہ عرض کو دن لگا کہ یہ صرف اثر ہے
شہادت جناب حسین مظلوم کا جو دین حق ہے اور دین حق فرح
سرور و شادمانی کی چیز ہے نہ کہ غم و رنج کی۔ اس لئے یہاں
نفس غم سے دوری نہیں چاہتا بلکہ غم کی خواہش کرتا ہے
اور وہ غم لذت بخش حیات ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ واقعہ کبلا
کی تفصیل کا کامل احساس تو صحیح معنوں میں حُجبانِ ریاض
کو تھا۔ جیب ابن مظاہر کو تھا۔ سلم ابن موسیٰ کو تھا۔
زہیر ابن قین کو تھا۔ دہب کو تھا۔ عون محمد کو تھا۔ قاسم
بن حنی کو تھا۔ عباس کو تھا۔ علی اکبر کو تھا کہ ایک دہر
کی زندگی مشکل ہو گئی۔

اور کیا بتاؤں آہ آہ! جناب زینب علیا مقام و
جناب ام کلثوم و سید سجاد کو تھا کہ بہن تازہ زندگی سایہ میں
نہ بیٹھی۔ اور بیٹے کے سامنے جب بعد واپسی مدینہ لوگ
آتے اور عرض کرتے کہ مولا مت ہوئی کہ ہمارے غریب خانوں
کی زینت قدمِ سمیت لزوم سے نہ ہوئی تو آپ رو کر
ارشاد فرماتے کہ میرے پد بزرگوار کی مجلس غم برباکو۔
میں آؤں گا۔ اب میرے لئے تقریبات شادی شرکت کے
قابل نہیں رہیں۔ اللہ اکبر۔

کیا ہمیں واقعہ کربلا کی تفصیل کا کامل احساس ہے
نہیں؟۔ اس لئے کہ احساس اسی چیز کا ہو سکتا ہے
جس کا ادراک ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ حقیقتاً اس سال
میں میری وہی حالت ہے جو کسی کو ر مادرِ زاد کی رنگ کے
احساس میں ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ میرے اس خیال سے
حسینی سوگ منانے والے حسین علیہ السلام کی صعب مام
بچھانے والے متفق نہ ہوں۔ انھیں گراں گزرے اور وہ
کہ انھیں کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے جالِ حسین
میں گریہ و بکا کرنے کے بعد اور حسین علیہ السلام کی یاد کے
تازہ رکھنے کے بعد بھی دنیا یہ الزام رکھتی ہے حالانکہ انسانی
زندگی کی بقا کا دار و مدار خوشی پر ہے۔ افکار و آلام سے
دوری پر ہے۔ پریشانیوں اور کلفتوں سے آزاد رہنے
پر ہے۔ لیکن ہم نے اپنی زندگی کو غم حسین کی آماجگاہ
بنا لیا ہے۔ ان کے رنج و الم سے مزدج کر لیا ہے اور اپنے
ہر خوشی کے مواقع پر کچھ مجلس غم منعقد کرتے و شہادتِ حسین
کو مسکرا کر اُتوہاتے ہیں پھر نہیں منوم کس رنج سے
عنوان سے پہلو سے دنیا یہ کہتی ہے کہ ہمیں واقعہ کربلا کی
تفصیل کا کامل احساس نہیں ہے۔

لہذا اب نفاہت نے مجھے بیچکر نماز پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے۔
 کیا آپ اس واقعہ کو بھول گئے؟ جب بازار شام میں
 ام حبیبہ نے جناب سکینہ کی بھوک پیاس پر رحم کھا کر
 کچھ کھانا منگایا اور یہ کہہ کر جناب سکینہ کو دیا کہ بیٹی! لو اگر
 کھانے سے پہلے میرے لئے یہ دعا کرو کہ خداوند عالم میرے
 بچوں پر ایسی مصیبت کبھی نہ ڈالے کیونکہ بچوں کی دعا مستجاب
 ہوتی ہے۔ اللہ! اللہ! آل طویلین کی ظالم مسلمانوں نے
 یہ حالت کر دی تھی۔

پس خود فرمائیے کہ یہ سب کچھ سینہ نے جاننا شروع کیا
 حسین و شرکار کا حسین نے خواہ اس میں روہوں یا عورتیں۔
 بچے ہوں یا بوڑھے گوارا کر لیا کس لئے؟ اس لئے کہ دین اسلام
 بچے جائے۔ حق ظاہر ہو جائے، باطل مٹ جائے، دنیا صحیح رہے
 پر چلنے لگے وہ برہنہ بیت کے دھوکہ میں نہ آئے۔ حقیقی وغیر
 حقیقی مسلمانوں کو پہچان لے۔ اسے معلوم ہو جائے کہ یزیدیت
 کے نام پر دھوکا دیا جاسکتا ہے اور حقیقت کو یزیدیت کے
 پردہ میں چھپایا جاسکتا ہے جس کی تکمیل بعد واقعہ کہ بلا آپ کے
 اس بیمار دماغ امام نے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور
 ان بے والی و وارث عورتوں نے جن کی چادریں چھین لی گئی
 تھیں جن کا مال و مہساب لوٹ لیا گیا تھا جو سیر کر لی گئی تھیں
 جان لڑادی اور علوی فصاحت سے مقصد شہادت کی توضیح
 کر دی تاکہ راز شہادت و شہادت مخفی نہ کی جاسکے اور نہ کسی
 دوسرے رنگ میں رنگی جاسکے اور آج جبکہ مختلف طریقوں سے
 عنوانوں سے سیلوں سے اسی راز شہادت و شہادت کو دھڑک
 رنگ میں رنگنے کی تدبیریں ہوتی ہیں ترکیبیں کی جاتی ہیں تو ہم

پھر ان کے بیروان کا صرف سالانہ سوگ منایا یا
 حسین کی مجلس غم میں چند قطرات آنسوؤں کے بہا لینا کامل
 احساس نہیں کہا جاسکتا۔

ہاں یہ سوال کو پھر ہم کیا کریں جو معلوم ہو۔ محسوس ہو کہ
 ہیں واقعہ کہ بلا کی تفصیل کا کامل احساس ہے اس کا صحیح جواب
 (کھلا ہوا جواب) یہ ہے کہ آپ ان خدا کاران روحی لافنا
 کے جنہوں نے ادراک کے بعد احساس کامل حاصل کیا اور
 خوشی خوشی جام شہادت پی لیا انہی شہادۂ کائنات و انوار
 کا حقیقی تصور اپنے دل و دماغ میں قائم کیئے۔ اور ان ذوق
 کے عملی کارناموں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیے جنہوں نے
 شہادت مظلوم کر بلا کے بعد تاریخی خیام کے بدحیثی مقصد
 کی تکمیل میں ان تمام صوبوں مصیبتوں و تکلیفوں کا مقابلہ
 کیا جو انہیں تمام زندگی میں پیش آئیں جس میں صرف دہاکوڑ
 و شام کی تفصیل نہیں ہے جو صرف زندان شام تک محدود
 نہیں ہیں جو فقط دربار یزید و ابن زیاد سے تعلق نہیں رکھتیں
 بلکہ آنے والی زندگی کے ہر قدم پر ایک روح فرسا دہستان
 بن کر آئیں اور ہر سانس میں دم واپس کا منظر پیش کرتی
 رہیں۔ اللہ اکبر۔

کیا آپ کو یاد نہیں کہ قید خانہ شام میں ایک روز جناب
 سید سجاد علیہ السلام نے اپنی چھوٹی جناب زینب سلام اللہ علیہا
 کو بیچکر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے استفسار فرمایا
 معطلہ نے جواب دیا کہ بیٹا! آج کئی روز سے ہم سبھوں کی
 خوراک میں جو جو کی خشک روٹیاں آتی ہیں وہ مقدار میں اتنی
 کم آتی ہیں کہ تقسیم کے بعد مجھے فاقہ سے رہنا پڑتا ہے۔

اسے اپنے دامنوں سے علی الاعلان نہ سہی خفیہ ہو ا دیتے ہیں اور اگر ہوا نہیں دیتے تو کم از کم دلیہ زبان سے کہیں یاں کہہ دیتے ہیں۔ در کہیں خاموش ہو جاتے ہیں مثلاً کہیں کہہ دیا کہ ہم مجلسی آدمی نہیں ہیں۔ کسی جگہ بول اٹھے کہ عداوری حسین مظلوم میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے کہیں یہ سنکر پتہ ہو گئے کہ فلاں مقام پر عداوری کے روکنے کا یہ انتظام کیا گیا ہے ا فلاں جگہ شیعوں پر یہ ظلم ہوا ہے یہ بھی نہ پوچھا کہ کیوں؟ کیا بات ہے؟ یا مرہم عزادہ تبرکات عزائے حسین مظلوم کے متعلق کچھ کہہ ڈالا۔ ذرا دیر میں جدت پیدا کر لی اہدماں باپ بھائی بہن عزیز اقارب و مجتہدو عالم کا مرثیہ کہہ کر حسین علیہ السلام کے مقابل رکھ دیا نذر دنیا پر جاویدا اعتراض کر بیٹھے۔ تفریہ و علم کے ہترا کے متعلق کچھ کہہ گئے۔ یہ نہ سوچا کہ جب قرآنی کے جاؤ کے گلے کی رسمی فزم ہو گئی۔ اصحاب کعبہ کے کئے کا عزت بڑھ گئی۔ عباسائے زمانہ مرہم کی غفلت ادبئی ہو گئی۔ سنگ اسود کو برسہ دیا جانے لگا اعدیہ سب معزز و معترم قابل تغلیع و نکمہ ایم نام سے منسوب ہونے کا نتیجہ ہے تو حسین علیہ السلام کے نام میں کوئی احترا می کمی ہے جو ہم ان چیزوں کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے و سننے کے عادی ہو رہے ہیں۔ کیا ہمارا اس قسم کی باتوں کو شکر چپ ہو جانا یا اس میں از خود جدت پیدا کرنا۔ حاشیہ چڑھانا اور کسی بانہم کے پتہ نہ دیکھانے کے بعد بھی اس حقیقت کی طرف رخ نہ کرنا حسین علیہ السلام کی حقیقی معرفت کی گواہی کا شاہد ہو سکتا ہے حد تو یہ ہو گئی ہے کہ اب ایسے بھی لوگ نظر آنے لگے جو اپنے

ہاتھ میں عرم خبروں کو کون کے کسی شیعہ اخبار یا پرچہ کا لینا مکروہ جانتے ہیں اور اگر کسی اڈیٹر نے بے طلب بھیج دیا تو سستی ہرگز کے خیال سے سیر پر گناہ سمجھتے ہیں۔ ہاتھ میں لینا جرم تصور کرتے ہیں۔ انھیں خوت پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں دنیا حب شیئ نہ تصور کر لے۔ شیعہ نہ سمجھنے لگے جس سے دوست دشمن کی پہچان ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے کنا پڑتا ہے کہ واقعہ کہ بلا کی تفصیل کا کامل احاس نہیں ہے۔

میں مانتا ہوں کہ ترقی کا زمانہ ہے اور تحقیق و تجدید کی جنس گراں بہا اپنی گرم بازاری کا عالم دکھا رہی ہے، ہر شخص کی زبان اس کے مذاق تجدید و تحقیق کے مطابق حرکت کر رہی ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں ہمارے معتقدات کو دھکا پوچھتا رہے اور جن عقائد کو دین اسلام کے مافط سین نے پھیلا یا ہے۔ جس مشن کو سیران آل ملاوین نے در در بے مقصد و چادر پھر کر واضح کیا اسکی تردید و بیخ کنی دشمنان رسول و آل رسول کی طرف سے ہوتی رہے اور مسلمان دامن اہلیت واقعہ کہ بلا کے بعد بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں سوال و جواب کے موقع پر چپ ہو جائیں تدبیر و ترکیب سے غفلت برتن ایسے وقت میں تو ضرورت تھی کہ انھیں بارہ تحقیق تجدید کے سرستان جدید میں سے کچھ ایسے اصحاب بھی کھڑے ہو جانے جو مقصد شہادت کو اپنی تحقیق و تجدید کی روشنی میں اسباب و علل کے ساتھ اس انداز سے دہرا دینے کو سننے والوں کو چومش ہو جاتا اور وہ سمجھ جانے کہ جو کچھ ہیں بتایا گیا ہے یا بتا جا رہا ہے ایک دھوکا ہے۔ جیسا کہ بعد شہادت حسین مظلوم امیران کو بلانے

اور ان لوگوں نے رحم کھانے سے کیونکر انکار کر دیا یا جی بھئی
تھنڈا پانی پینا میری پیاس کو یاد کر لینا۔

یاد رہے کہ یہ تنا ٹولانے آپ سے حضرت علی اکبر کے
بہادرے کے وقت نہیں کی جناب عباس کے کاہنہ کے
وقت نہیں کی جناب قاسم و عون و محمد کی دعا کے وقت
نہیں کی اور نہ آپ کے یہ حسرت بھرے کلمات آپ کی زبان
سے اس وقت نکلے جبکہ آپ خود بہ نفس نفیس معروٹ پیکار
تھے یا شرمعون جب آپ کے سینہ اقدس پر تھا۔ اللہ اکبر
اسی لئے نہ کہ اگر میرے شیعہ سب کچھ بھول جائیں گے تو بھی
جب ان کی گودوں میں ان کے چھوٹے چھوٹے بھولے بھالے
معصوم ناپکے آجائیں گے تو میرے اوپر جو یہ ظلم ہو رہا ہے
یاد آجائے گا اور وہ دنیا سے اس ظلم کے فنا کرنے کا ارادہ
کر لیں گے۔ لہذا خدا کے واسطے آپ حسین کے اس وقت کو بھی
نہ بھولے مقصد حسینی کا تکمیل میں دلے درے قدرے سننے جان
لڑاتے رہیے حق آپ واضح ہوتا رہے گا۔

رضویہ جنتری ۱۹۴۵ء

مرتبہ عالیہ نائب فرخ قوم و ملت آغا میر مصطفیٰ شاہ صاحب رضوی متولی امام بارہ
راولپنڈی۔ یہ وہ قابل قدر جنتری ہے جو ہندوستان بھر میں مقبولیت حاصل
کر چکا ہے۔ اس تحفہ کا ہر ایک مومن کے گھر میں موجود رہنا ضروری ہے۔
نویڈلوان اخبار و نظارہ آغا میر مصطفیٰ شاہ صاحب رضوی متولی
امام بارہ راولپنڈی سے قبل از ۱۳۲۲ھ مفت طلب فرما سکتے ہیں
ایم ایچ شوکت جرنل سکریٹری انجمن خدام اہلبیت صلیع راولپنڈن

انہار واقعات سے ظاہر کیا اور کربلا سے کوڑو کوڑو سے
شام تک کے تمام لوگوں نے جان لیا کہ یزید کی یہ جنگ سازاشر
ایک خارجی سے نہیں تھی بلکہ حسینؑ کو اسہ رٹول سے تھی اور
مدینہ کی داہی تک تو یزید کو خود ہن بات کا احساس ہو گیا
کہ مجھے دیکھ کر دنیا سے اسلام کی آنکھوں میں خون اترنے لگا ہے
قاتلان حسینؑ کو معلوم ہو گیا کہ خون حسینؑ کے انتقام میں بہت سی
تلاوریں ان کے خلاف کھینچی ہوئی ہیں تاہم یزید کی سلطنت
بہت جلد خاک میں مل گئی۔ اس کے آفتاب اقبال کو گھن
لگ گیا۔ ہن کا ضلالت آگین مشن انتہائی ذیل ہو کر
دنیا کی نظروں سے روپوش ہو گیا اور خون حسینؑ عروس سلام
کے چہرہ کا غارہ بن گیا جس سے اس مردنی چھایا ہوا چہرہ مڑھایا
ہوا بشرہ نکھرا اٹھا اور اس میں از سر نو چمک ددک و قوت
آگئی۔ سلمان جاگ اٹھے، غفلت شاروں نے کروٹ بدلی
حق سے ہٹ جانے والی طبیعتیں اپنی جگہ پر آگئیں۔ شہادت کا
منشار پورا ہو گیا۔ بس آپ نہ گھبرائیے نہ جھجکیے۔ نہ پچھلے
بلکہ حسینؑ پر ایک نظر ڈالئے اور یہ دیکھ کر کہ وہ کہہ استقلال بنے
ہوئے میدان میں کھڑے ہیں۔ اقلیم صبر و رضا کا تاج
ان کے زیب سر ہے۔ شکیبائی منار ہو رہی ہے بہت وجوہات
صدقہ ہو رہی ہے۔ ایمان فتح کا نقارہ بجا رہا ہے اپنے
دل میں استقلال و ہمت پیدا کیجئے اور حسین علیہ السلام
کی اس معنی خیز تنہا کا خواہش کا جواب عملاً دیجئے کہ یکم فی
یوم عاشورا جمیعاً تنظرونی کیف استی الودان رحمونی۔

اے میرے شیو! تم سب کے سب اس وقت موجود
ہوتے دیکھ لیتے کہ میں نے اپنے بچے کے لئے کیونکر پانی مانگا

عبدالبا و فا

مرثیہ کے چند بند

← (از جناب ڈاکٹر سید منظور ہمدی صاحب منظور خلف الصدق مداح اہلبیت جناب سید اولاد حسین علیہ السلام بحکم بلاسپوری پانی)

عباسؑ میں شاہنشہ اور نگ شجاعت اکلیل و قافرق مبارک کی ہر زینت
جاہ و شہم و شاہ و ظفر اور جلالت اقبال کی سرداری میں ہیں انکی رعیت

اس شاہ کے اوصاف زمانہ پہ جلی ہیں
یہ شان خدا شان نبیؐ شان علیؑ ہیں

ایمان کی یہ جان ہیں اور حق کے طلبگار اوصاف کا مجموعہ ہیں عباسؑ عباد
یہ بحر حقیقت کے ہیں اک گوہر شہوار بابا کی طرح شیر و جری قاتل کفار

حق کے لئے عباسؑ کے شانے جو کٹے ہیں
خالق سے انھیں دو پر پر داز ملے ہیں

لاریب مانہ میں یہ تصویر عسلی ہیں صنو چہرے کی کہتی ہے کہ تنویر عسلی ہیں
اخلاق یہ کہتا ہے کہ شبیر عسلی ہیں آئے جو جلال ان کو تو شمشیر عسلی ہیں

ذی فہم ہیں ذیقدر ہیں ذی بجاہ ہیں اللہ
عباسؑ علیؑ دست ید اللہ ہیں واللہ

اللہ نے آدمؑ کو دی اشیث ساناصر اور خلق کیا سام کو بھی نوحؑ کی خاطر

آصف تھے سلیمانؑ پیبر کے معاشر موسیٰؑ کی مدد کیلئے ہارون تھے حاضر
نصرت میں محمدؐ کی علیؑ شام و سحر تھے
عباسؑ بھی لختِ دل حیدر کی سپر تھے

ان کو یہ علم دین کے رہبر نے دیا ہے لختِ جگر حیدرِ صفدر نے دیا ہے
سردارِ عرب افر لشکر نے دیا ہے شبیر کے ہاتھوں پیبر نے دیا ہے
جب تک بہ و خورشید کا یہ دور چلے گا
ہمت کا علم انکے ہی ہاتھوں میں ہے گا

غازی کی علمداری ہر سلام کا جو ہر انکے تھا پس پشت خداوند کا لشکر
ہونے کو علمدار ہوئے اور بھی اکثر پر انکے مراتب کا ہوا کوئی نہ ہمسر
یہ فخر ہے کوئین میں عباسؑ علیؑ کو
سقہ بھی علمدار بھی کہتے ہیں جوی کو

عباسؑ کے قبضہ میں جو ہر مشک بکینہ بچوں کی اُمیدوں کا ہر چھوٹا سا سفینہ
اب اس میں بھرا جانیگا کوثر کا سفینہ یا حضرت عباسؑ کی اُفت کا خزینہ

اس مشک میں پانی جو علمدار بھرینگے
اُمت کے گنہگاروں کو سیراب کرینگے

دربار یزید کے دو منظر

قبل شہادت حسین

(جناب سیرت محمد حسین صاحب از میسور)

مسلمانوں کے ایمانوں کو متزلزل کر رہے ہیں۔ یزید دربار میں داخل ہوتا ہے سب لوگ غلیظاً اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یزید کے بیٹھنے کے بعد اشارہ پاتے ہی بھراپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ دربار میں وہ فرمان پڑھ کر سنایا جاتا ہے جو یزید نے اپنے ابن عم ولید بن عقبہ کو بیعت حسین کے سلسلے میں بھیجا ہے۔ سب اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں ایک ہوا خواہ دست بستہ کھڑا ہو کر کہتا ہے۔

”یا امیر! مجھے تو اس کی امید نہیں حسین آپ کی بیعت پر راضی ہوں“

”حسین“ اونٹن حسین کی طاقت (معاذ اللہ) ہی کیا، جو میرا مقابلہ کر سکیں۔ یزید سردار شراب کے پیانے کو ہاتھوں میں نہاتے ہوئے کہتا ہے۔

”حسین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر وہ ہاشمی ہیں تو میں بھی اموی ہوں“ اگر وہ محمد کے ذوالے اور علی کے بیٹے ہیں تو میں بھی ابوسفیان کا پوتا اور معاویہ کا بیٹا ہوں“ اگر وہ جگر گوشہ تیر ہیں تو میں بھی اس کا لقب جگر ہوں جس نے ان کے

معاویہ کے فوت ہوتے ہی یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور ہر ایک مسلمان سے جبراً بیعت لینے لگا بہت سے مسلمان اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگے اور یزید جیسے فاسق و شرابی کے ہاتھوں پھر بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

یزید کے لئے حیثی سے بیعت طلب کرنا اپنی استبدادی طاقت کو باقی رکھنے اور صدائے حق کو دبانے کے لئے صرف ضروری ہی نہیں بلکہ ایک حد تک اس کی کفر آلود زندگی موت کا انحصار اسی پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے حاکم مدینہ مردان کو معزول کر کے اس کی جگہ اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عقبہ کو۔۔۔۔۔ مقرر کیا اور فوری حکم لگایا کہ حسین سے بیعت لو ورنہ قتل کر دو۔

دربار یزید اس کے ہوا خواہوں سے بھرا ہوا ہے جن میں کثرت ان لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو محافظ قرآن حافظ اسلام سمجھے ہوئے ہیں جن کی لمبی لمبی ڈاڑھیاں ہیں اور ان پر مت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مصاحب رسولؐ بتلاتے ہوئے من مانی اور وقتی حدیثیں کہہ کر ببولے بھالے

قرآن ناطق کے جگر پاروں کو نوک نیزہ پر چڑھا کر عالم اسلام میں ان کی تشہیر کراؤں گا.....

اس کے بعد یزید نے یہ حکم لگایا کہ ہر ایک مسلمان سے جبراً بیعت لی جائے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی سارے عراق میں ایک اضطراب دوڑ گیا اور کوفیوں و عراقیوں نے متفق ہو کر امام حسین کو فی الفور بلا بھیجا اور اس سلسلے میں مدد پا خطوط اور قاصد آپ کی خدمت میں بھیجے گئے۔

ایک طرف یزید کی جانب سے طلب بیعت تھی دوسری طرف کوفیوں اور عراقیوں کی جانب سے عریضوں اور قاصدوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ امام عالی مقام عجب شش و پنج میں تھے یزید جیسے بدکار اور شرابی کے ہاتھوں پر بیعت؟۔۔۔ تو بہ تو بہ۔ ادھر کہ دنیا ادھر ہو جائے لیکن حسین کے پاس یزید کی بیعت کا خیال کرنا بھی حرام تھا۔

پھر عراق کا سفر؟ یہ بھی خالی از خطر نہ تھا لیکن حسین دیکھ رہے تھے کہ اپنے نانا کے لگائے ہوئے جن پر نزاں آیا ہی چاہتی ہے اور خوف تھا کہ تھوڑی ہی مدت تاخیر بھی اس کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دے گی اور اس نزاں کو دور کرنے کے لئے بہت بڑی قربانی کی ضرورت تھی اور اس جن کو از مرفہ تازہ کرنے کے لئے حسین کو اپنے اور اپنے اعزہ کے خون کو بہانا تھا۔ حسین نے دیکھا کہ صرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ عام انسانیت خطرہ میں ہے۔ حسین نے وقت کی نزاکت کا احساس کیا اور انسانیت کی لالچ رکھنے کے لئے اپنی اور اپنے اعزہ کی جانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ کر اس سفر کا عزم کیا جس سے تاریخ عالم میں ایک نئے اور عظیم الشان باب کا اضافہ ہونے والا تھا۔

(حسین کے) دادا حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے جباڑا لگتا تھا۔ یزید نے اتنا کہنے کے بعد خاموش ہو گیا اور اپنا غم و غصہ فرو کرنے کے لئے شراب کا پیالہ خالی کرنے لگا۔ سارے دربار میں ایک سناٹا چھا گیا۔ وہی مسلمان جو رسول کے کلمہ گو اسلام کے حامی اور شریعت کے ٹھیکیدار تھے اپنے امیر کے ہاتھوں میں شراب کا بھرا پیالہ دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی شریعت کی محافظت کا دعویٰ بھی کر رہے تھے ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جنہوں نے رسول مقبول کی زبان مبارک سے اہل بیت کو قرآن ناطق کہتے ہوئے سنا تھا ان میں اکثر ایسے بھی تھے جن کے کانوں میں رسول اکرم کا یہ ارشاد ”حسین مٹی و اناس لہین“ گونج رہا تھا۔ پھر بھی دمایہ لالچ ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رہی تھی۔ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی ایک ایسے ناجر و فاسق کی متابعت کرنے میں سبقت کر رہے تھے جس کے پاس اسلام اور اس کے احکام پونچے ہی نہیں۔

یزید کا جوش ہنوز باقی تھا کہ دوسرا شخص اٹھا اور اور کہنے لگا۔ آپ کے ارادہ میں کامیابی ہو میرا خیال ہے کہ حسین آپ کی بیعت پر اپنے قتل و تباہی کو ترجیح دیں گے کیونکہ انھیں اس بات کا دعویٰ ہے کہ وہ ہی قرآن ناطق ہیں۔ کیا کہا؟..... یزید گرج کر کہنے لگا..... قرآن ناطق؟ تو کیا سین کو یہ بھی معلوم ہے کہ میرے باپ دادا نے ان کے بزرگوں کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کیا تھا اور کیا سلوک کیا تھا؟..... ستم ہے مجھے اپنے دادا کی اگر جنگ معین میں قرآن مسامت نوک نیزہ پر بلند کیا گیا تو میں

از جناب جناب

”گلزار“

نسخ آبادی

تلوار ہوں میں اُس سہِ ذوالجلال کی
 رہتی ہوں ایک شیر الہی کے ہات میں
 سایہ ہر مجھ پہ دستِ شہِ خوش خصال کا
 شمعِ قمرِ مجھا کے میں گردوں کے طاق میں
 مومن کے حق میں شاخِ گلِ بزنکال ہوں
 آئے جو غیضِ خونِ شفق کا میں چاٹ کر
 نکلوں جو میں عقابِ اجل کے شکار کو
 شق کر کے سینہ سپر آسمان کو
 پلے پیر آسمان وزمین کے میں تول دوں
 ابرو پہ بل پڑیں جو مرے کارزار میں
 شق کر دوں ایک اریں سینہ زمین کا
 میں کیا ہوں اک عروںِ اجل کا شایع ہوں
 آتا نہیں ہر فرقِ خشوع و خضوع میں
 چمکوں جو میں تو قلبِ جہنم دہل پڑے

خورشید اک تجلی ہے جس کے جمال کی
 کرتی ہوں نسلِ چشمہ آبِ حیات میں
 مرتجج بھی ہر آئینہ میسر جمال کا
 در آؤں قصرِ گنبدِ نیلی رواق میں
 تلوار میں نہیں ہوں نہ میں کسی کا ہلال ہوں
 لوٹ آؤں پائے ابلقِ ایام کاٹ کر
 توڑ آؤں شش بہت کے طلسمی صرار کو
 دو ٹکڑے کر دوں توں قزح کی کمان کو
 گردوں پہ اڑے کچھ فصدِ ستاروں کی کھولوں
 اک بے آگ دامنِ ابر ہسار میں
 چاموں تو غرق کر دوں سفینہ زمین کا
 محرابِ بے بیتِ رسا لبتاب ہوں
 رہتی ہوں محو آٹھ پہریں رکوع میں
 خود موت کا بھی منہ سے کلیجہ نکل پڑے

حُسنی قُصد اور یزیدی سستی میں فرق

(خطیب آل محمد جناب مولانا سید محمد باقر صاحب)

کے جو ہر مقام حق پر دکھا کر ید اللہ فوق ایہم کی تفسیر ظاہری پیش کی لیکن بعض نا عقبت اندیش یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سدا اللہ حسین ابن علیؑ نے قرآنی آیت کے خلاف کیا کیونکہ قرآن مجید میں صریحاً یہ حکم ہے کہ وَلَا تَلْقُوا بِالْیَدِ الْاِیْمَلِکُمُ الْاِیْمَلِکُمُ (اپنے ہاتھوں سے خود کو تھمکے میں نہ پہنچاؤ) حقیقت یہ ہے کہ وہ تھمکے کے سعی ہی نہ سمجھے اور کون سانی قرآن ان ذوات مقدسہ سے بہتر سمجھ سکتا ہے۔ کلام اللہ جن کا معرٹ ہے اور انھیں کے نقش عمل کی یاد تازہ کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور میں نے تو اکثر مقامات پر دکھا کہ پہلے ان حضرات نے عمل کیا اور وہ عمل ذات احدیت کو اتنا محبوب ہوا کہ اس کا ذکر قرآنی شکل میں قیامت تک باقی رکھنا کہ تمام بنی نوع انسان ان کے ذکر سے ثواب حاصل کریں اور بشری طاقت سے باہر۔ یہ کہ ہم ان کے اعمال حسنة کے وزن کو اندازے میں لاسکیں جس کے ذکر میں اتنا ثواب ہو خدا ہی جانے کہ ان کی طاقت عملی کتنی عظیم تھی کہ پیغمبر بھی ایک ضرب کی تعریف میں یہ کہہ کر خاموش ہو گئے ضررۃ علی یوم القدرۃ افضل من عبادۃ ثقلین الی یوم القیامۃ یہ تو باپ کے جہاد کا تذکرہ تھا اور

وہ حضرات جن کے سامنے کربلا کی روح پرورد انقلابی جنگ کا مرتع ہے اور بنی امیہ کے طرز معاشرت اور تمام اسلامی گروہوں پر ان کے غائب آجانے اور مسلمانوں کی سست اعتقادی سے اچھی طرح واقفیت ہے وہ بلا تامل اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ حسینؑ نے اپنے نانا کے پس سپہ دین کو (اور اسلامی قاعدوں کو گویا دوبارہ زندہ کر دیا۔ میں سچ کہتا ہوں اگر حسینؑ ابن علیؑ سفر غربت نہ اختیار کرتے اور مصائبِ آلام برداشت نہ کرتے تو وہ برقی احساسِ دنیا کی انسانیت میں پیدا نہ ہوتا اور اسلام ایک بھیانک صورت میں عالم کے سامنے ہوتا۔ خدا معلوم اسلام کا نام بھی کوئی لیتا یا نہیں اس لئے اسلام تو رسول اعظم کا ایک بندگان نقش تھا اس کے شانے میں یزید اپنی دولت و حکومت غرضکہ سب کچھ صرف کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا تھا۔ اسلام اور اس کے رسوم و قوانین ایک حد تک فنا ہو چکے تھے یزید کو اپنی ہوشیاری اور سیاست دانی پر بڑا ناز تھا حسینؑ ابن علیؑ بھی کسی معمولی باپ کے بیٹے نہ تھے ہر نقش قدم میں سیاست علویہ کے نقش و نگار معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ نے باپ کی نبرد آزما تلوار

بیٹے کی شہادت اور خدمتِ راجہ میں اتنی باندھن تھی کہ جلیل نے خلیل کو یہ کہہ کر تنگی دیدی کہ ہم نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا اور یہ شرف تمہاری ہی نسل کو حاصل ہو گا۔

دعوتِ نبیہ بذبحِ عظیم و ترکنا علیہ فی الآخِرین۔ جب سترہ رخصت ہوا اسی کے ساتھ ساتھ حسین ابن علی کا راحۃ آرام بھی ختم ہو گیا معاویہ کلا لا فرزندِ یزید کو یا رسول اللہ کا جانشین بنایا گیا اور احکام الہی کا بظاہر نگہبان بنکر منافقت کی چادر اُتار کر یزید نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ مدینہ میں ولید کو یہ حکم دیا کہ میرے لئے حسین ابن علی سے بیعت لو اور اگر بیعت نہ کریں تو مغلوب کر لیا اس کا سر کاٹ کر دو انا کر دو ادھر حسین ابن علی نے بھی کمرِ محنت بستحکم بادری اور وقتی فتنہ و طفر کو چھوڑ کر ابدی کامیابی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کیا آپ اپنی جان بچانا چاہتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ انسانیتِ صداقت و عزم اور وہ دین جو آپ کو ہر چیز سے زائد محبوب تھا جس کے پھیلانے میں آپ کے نانائے اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا تھا جس کے روشن پہرے پر آپ کے باپ علی مرتضیٰ نے کسی وقت بھی دھندلا سا دھندلا غبار آگواہ نہ کیا اور جس کی بقا کے لئے آپ کے بڑے بھائی امام حسن نے اپنے زمانے میں صلح کی پاد و ڈال کر محفوظ کیا مگر انقلابِ زمانہ کے ساتھ ساتھ باتیں بڑھتا رہا یہاں تک کہ حسینی دور میں یزید بھی کھلم کھلا سامنے آ گیا اور نقابِ منافقت اپنے چہرے سے ہٹا دی اور اس کو سوائے قتلِ حسین کے اور کوئی کام ہی نہ تھا

لذا حسین نے بھی اپنے سچے نظریہ اور خیال سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہا اور اس کے بچاؤ کے لئے اپنے چیتے نانا کا خزانہ چھوڑا اور ماں کی لحد سے انگ ہوئے لیکن قدم قدم پر اس اثر یہ ہوا کہ قصرِ یزید کی بنیادیں کمزور ہوتی گئیں یزید بھی ان باریکوں سے بے خبر نہ تھا وہ جانتا تھا کہ اگر حسین ابن علی سے کسی چھوٹے سے چھوٹے مقام پر سکونت اختیار کی تو اس کے وجود میں بنی امیہ والے کسی وقت میں اپنی اسکیم میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور ابکی انھوں نے سم و غفلت بلند کر دیا تو لوگوں کو جو نفرت بنی امیہ کے طرزِ معاشرت اور حکومت سے ہو گئی ہے اور حسین ابن علی کی جانب سے عالم کی کشش بڑھتی جا رہی ہے اس کا آئندہ روکنا دشوار ہو جائے گا اور اگر نہ روکا جائے تو سلطنتِ بنی امیہ کا دائمی قلع قمع ہو جائیگا اور قتلِ حسین یزید کی نگاہوں میں سب سے زیادہ اہم کام تھا اور اپنی ترقی و اقتدار کے باقی دیکھنے کے لئے اس نے ضروری سمجھا کہ حسین کو بے جرم و مظلوم کیا جائے اور یہ یزید کی سیاسی غلطیوں میں سے پہلی غلطی اور سیاسی خطا کہی جاسکتی ہے۔

اخبارِ شیعہ کا شاندار محرم نمبر

ہفتہ وار اخبارِ شیعہ کا نثر نمبر بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو گیا ہے۔ حجم ایک سو صفحہ سالانہ چندہ پانچ روپیہ اور سالِ فرما کو مفت حاصل کریں صرف محرم نمبر کی خریداری کے لئے یہ سالِ فرما یس۔

(مینیور اخبارِ شیعہ محلہ شیعہ لاہور)

”یادگارِ دوعالم“

(جنابِ رضا نصاریٰ شکارپوری)

قتلہ کو یادگارِ دوعالم بنا گئے صبر و رضائے خلق جہاں کو دکھا گئے
 حقانیت سے زورِ تکبر گھٹا گئے ایسے مٹے کہ کفر کی ہستی مٹا گئے
 حق تو یہ ہے کہ دین کی بگردی بنا گئے
 بائل نے جبکہ نقشِ حقیقت مٹا دیا نخوت نے شش جہت میں تہلکہ مچا دیا
 طوفانِ ظلم و جور نے عالم ہلا دیا خشکی میں جب جہازِ نبی ڈلگکا دیا
 پیاسے ہزار خون کے دریا بہا گئے
 ہمتِ غضب کی پیاس کے مار نہیں دیکھ لو ایک ایک جانثار ہزاروں میں دیکھ لو
 کرہیل جواں کو لاکھ سواروں میں دیکھ لو پیشیر کو وہ تیغوں کی دھار نہیں دیکھ لو
 نصرت میں دین حق کی گلوں کو کٹا گئے
 قسمت نے شاہِ دین کو کیا با و نادائیے ہمیشہ جس نے شوق سے دو دلر با دیئے
 بھائی وہ جس نے نہر پہ شانے کٹا دیئے بچے وہ تیر کھا کے بھی جو مسکرا دیئے
 ننھے گلے پہ ظلم کے نادرک کو کھا گئے
 عزت میں اپنے صبر کا جو ہر دکھا دیا قانونِ حق و صدق جہاں کو بتا دیا
 خوں دیکھے اپنا رنگِ حقیقت جما دیا دنیا میں آج دین کو محکم بنا دیا
 مر کر خدا کے دین کی ہستی بنا گئے
 ہر دم یہ تھا خیال کوئی کام رہ نہ جائے نانا جو دے گئے بہنہ پیغام رہ نہ جائے
 طفلی کے وعدے کا سر انجام رہ نہ جائے شاکی رعنائیہ مذہبِ سلام رہ نہ جائے
 سرد دیکھے آپ دینِ پیمبر بچا گئے

نیکر ایثار

(از جناب سید دلبر حسن صاحب سحرابی۔ اے مرحوم سابق ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور و سرسبز لکھنؤ)

اسلام نے مخزنِ رشد و ہدایت اسلام
گو ہر سلکِ امتِ اے گلباغِ رسول
حصہ دارِ ہلِ اُٹی شمعِ صراطِ مستقیم
کارزارِ زندگانی کیلئے عزت ہے تو
دے رہا ہے آج تک نہا کو درسِ انقلاب
آگیا کرب و بلا میں گھر ڈانے کیلئے
اور خیموں میں بلکتے پیختے بچوں کا شور
موت کے ہاتھوں شبہِ مظلوم کو چھوڑے ہوئے
دامنِ اسلام پر گستاخِ شعلو کی لپک
چار سو منڈ لا رہی ہے موت منہ کھولے ہوئے
اللہ اللہ! عشق کی منزل بھی کیا دشوار ہے
اتنے صدموں پر بھی قائم ہیں تے ہوشِ حواس
چہر بھی یہ دل گمزدہ یہ جرات یہ نفسِ مطمئن

اسلام اے واقعہِ حقیقتِ اسلام
اسلام اے نورِ چشمِ مرتضیٰ پورِ بتول
اسلام اے رمزِ قرآنِ معنی ذبیحِ عظیم
شیر میدانِ شجاعتِ نیکرِ ہمت ہے تو
تیرا عزمِ کوہِ آسا تیرا ضبطِ لا جواب
امتِ مرحوم کی بگڑی بنانے کے لئے

پیماس کی شدتِ جواں بیٹے کا غم گرہ کا زور
بھانپے بجائی بھتیجے دوستِ دم توڑے ہوئے
آتشیں تیروں کی بارشِ تیزیزروں کی پکاک
ہر طرفِ خونخوار پیکاں اپنے پر تو لے ہوئے
اتنے اعدا سے اکیلا بر سرِ پیکار ہے
آرزوؤں کا تلاطم ہے نہ کچھ خوفِ دُراس
گو مصائبِ سستے سستے ہو گئے ہیں نین دن

یعنی دنیا میں خدا کے آخری پیغام کو
خون کے دھارے پہ کشتی کھ رہا دین کی
سایہ میں تیغوں کے پڑھتا ہے نمازِ آخری

خون کے چھینٹوں سے دیتا ہے جلا اسلام کو
منزلیں ملے ہو رہی ہیں عشق کے آئین کی
خونِ صغیر سے وضو کر کے بعدِ بیادگی

اے مرے مظلوم آقا کمرِ بلا کے ناجدار
روحِ پھر اسلام کے مردہ بدن میں پھونک دی
نام کو تیرے کوئی طاقت مٹا سکتی نہیں

تیری ہمت کے تصدق تیری جرات کے نشانہ
خونِ مظلومی نے تیرے آگہ بن میں پھونک دی
نورِ انسانی ترا احساں قہلا سکتی نہیں

موج فنسترا

— * پر * —

ایک نظر

(از جناب صادق حسین صاحب خنداں منیر حسنہ اور لکھنؤ)

اور بعض ایسی دشواریاں بھی ہیں جس کو ہر دماغ کا برداشت کرنا اور حدود میں باقی رہنا کسی قدر مشکل ہے غزل میں مضامین بلا قید و بند تسلیم کئے جاسکتے ہیں مگر سلام و نوحہ میں واقعات اہل مطلع نظر ہوتا ہے جس طرح غزل کے لیے یہ ضروری ہے کہ لطافت شعری اور ندرت تخیل ایسی ہو کہ سننے والے میں ایک کیف پیدا کر دے۔ اگر غم کی تصویر کشی کی جائے تو مخاطب بہ تن سوز کی تصویر ہو جائے اور یہ چیز جذبات سے پیدا ہوتی ہے تفسیر اور ناگہان لفظی سے یہ چیز بالکل الگ ہے جہاں تک صمیم جذبات اور خلوص کا سوال ہے اس کا عکس یہ ظفر عباس صاحب فضل اڈیٹر نظارہ میں بہت زیادہ کافر ہے چونکہ موصوف کا ذوق شعری فطری ہے اور کلام میں سنجی نہایت سوز و گداز بدرجہ اتم پائی جاتی ہے موصوف حضرت امام حسینؑ کے سچے فدائی اور حسینؑ کی محبت اس درجہ غالب ہوئی کہ موصوف نے احتراماً غزل گوئی ترک کر دیا نوحہ، سلام، اپنا شعار کر لیا یہی وجہ ہے کہ نوحہ کی دنیا میں جو بڑی حد تک محدود رہتا ہے آپ اس میں سے کچھ پیدا کر کے اس کو روشن بنانے کی سعی فرما رہے ہیں اور اس سعی

یہ امر کہہ سکتے ہیں کہ اردو شاعری کی ابتدا غزل سے ہوئی اور اقوام عالم کی بیداری زیادہ تر افکار شعرا کی مرئیت سے زمانے کے ہزاروں انقلاب آنے کے بعد بھی وہی پرانی تفہیم کا فرما رہی اور موجودہ دور میں شاعری کی افادیت عام طور سے تسلیم کی جاتی ہے۔ شاعری کی سب سے ممتاز صنف غزل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غزل میں بے گنہ ہتھکڑیاں، گل و بلبل شیش و پیمانہ حسن و عشق کے پردوں میں اس عقلی، جذباتی اور نفسیاتی حقیقتوں کا اظہار کر دیا ہے اور جس باریک نفس اور اخلاقی نکتوں کو بے نقاب کر دیا، اس کی مثال جدید شعرا اپنے طویل دفتر میں نہیں پیش کر سکتے یہ ہے کہ غزل جذبات، نفسیات سوز و گداز کی مکمل تصویر دلاؤیز اور سبک الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے۔ غزل کے بعد سلام و نوحہ قصیدہ کا درجہ ہے، صنف شاعری میں سلام و نوحہ قصیدہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے سلام و نوحہ چونکہ امام حسینؑ سے متعلق ہے اور وہ خلوص محبت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے اس لیے غزل کی نسبت سلام و نوحہ کم لوگوں نے کہا ہے۔ چونکہ یہ دنیا غزل کی دنیا سے وسیع ہے

دعوتِ سرسبز، اشک میں مقوی جوانی ہر زخم کھینچے گا، ہمت کی نشانی

ہے کون جو ٹوٹی ہوئی برہمچی کو نکالے
امت کے لیے مرگ جواں بھولنے والے

غرض بیاض بھر سوز و غم کا مرتب ہے ہر نوحہ
میں آپ کی شعری خصوصیات، ابتدائی تخیل، تنزلِ نبوی
پختگی سب کچھ پائی جاتی ہے۔ اختصار کے خیال سے
زیادہ اشعار پیش نہ کر سکا صاحبانِ ذوق عمر میں منیجرِ نظارہ
بکڈپو لکھنؤ سے خرید فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

— — — — —

نظارہ ابوالفضل العباسی

ایک روپیہ قیمت میں حسب ذیل مقامات پر خرید فرمائیے

— — — — — (کانپور میں) — — — — —

اقسام بکڈپو، پڑیٹ

— — — — — (ممبئی میں) — — — — —

سید ابن حسن صاحب منیجر کتب خانہ محمدی متقل

جے۔ جے ہسپتال

— — — — — (سورت میں) — — — — —

ادب بکڈپو کلاک ٹاور روڈ

لاہور میں منیجر صاحب کتب خانہ نواز علی خیل

(اوکھ پور میواڑ میں) جناب قطب علی غلام علی صاحب

ایجنٹ اخبارات بیرون ہاتھی پور

(پٹنار میں) بذریعہ سکرٹری صاحب فرائیڈلر شیش

تہا بہت زیادہ کامیاب کئے جاسکتے ہیں پچھلے غزل
کی طرف آپ کا رجحان فطری ہے اس لیے سلام و نوحہ میں
تنزل کی شونہی سنو گداز کے مضامین کو دو آتشہ کر دیتی ہے
میرے زیر نظر موصوف کی بیاض موجِ فرات حصہ دوم
ہے جس کا حصہ اول ملک میں اس قدر مقبول ہوا ہے کہ تین
مرتبہ ایک سال ہی میں طبع کر دیا گیا۔ موجِ فرات سے چند
جو اہر ریزے پیش کر رہا ہوں شرم و خجائی کے جوہری ہیرے
اور تھپھر کو خود دیکھ لیں گے۔

کونین کو تخیل کا مفہوم بتانا شہر سے سیکھو!

دنیا کی جبین مرکز وحدت چھبکانا شہر سے سیکھو!

ایک وسیع مضمون تخیل کو مین اور خدا کی وحدانیت کے ساتھ
کو انتہائی سبک الفاظ اور خوبصورتی کے ساتھ نظم کر دیا
اس کی داد نہیں دی جاسکتی۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں
موصوف کا فطری رجحان غزل کی طرف تھا۔ اور وہی جھلک
آپ کے نوحوں میں کہیں نہ کہیں صرور آ جاتی ہے فرماتے ہیں

پردہ خمیر کا اٹھاپوں اکبر نکلے

جس طرح چاند گھٹاؤں کو ہٹا کر نکلے

ایک نقویہ کھینچ دی ہے

کیا کرب و بلا کے ذروں میں تویرِ خدا نہ بخشی ہے

دنیا میں وہی اب جنت ہے جو قتل گاہِ دار ہے

مصرع ثانی میں جس جوش و خلوص کا اظہار کیا ہے

قابلِ داد ہے۔

فرماتے ہیں۔

مکتوباتی ہوئی ہر دریا کی روانی معیارِ محبت سے دگر تہا ہوا پانی

”ہماری بنیادی کمزوریوں کے بانی“

— بچہ (اور) بچہ —

اُس کے مصلح!

(از جناب سید عباس علی صاحب دقا ملک پوری)

نظارہ کا یہ مشرک منبر تقریباً قوم کی ہر فرد کی نظر سے گزرتا ہے اور مومنین اس کو شوق سے پڑھتے ہیں اس لیے جنابنا کا یہ اصلاحی مضمون جو شیعہ قوم کی اصلاح اور یہودی سے شغلی ہے دیا جا رہا ہے تاکہ ہم میں خدمات قوم اور مذہب کا جذبہ بڑھے اور ہم اپنی برائیوں کو اچھائیوں سے بدل سکیں — (فضل)

کو بقدر امکان بیان کر دوں۔

ہماری قوم مینائی کمزوریوں کے جو حساب ہو سکتے ہیں انہیں سب سے زیادہ روشن اور واضح دو سبب ہیں۔ ایک تو ”لا ایلہ الا اللہ“ کا وہ بے پناہ ”سیلاب“ ہے جو ”مغربی“ تعلیم و تہذیب کے پر شور چشمے سے اُبل کر دینی مذہب کی عمارتوں سے ٹکرا گیا ہے اور ان کی بنیادوں کو کمزور سے کمزور تر بنا رہا ہے۔ ہماری قوم کے وہ ”نور نہال“ جن سے مذہب کی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں ان ”موج لہے بیقرار“ کی بل کھاتی لہروں کے ساتھ بہتے چلے جا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے آبائی ”وضع“ کو ٹوٹا کھٹکھٹ کر پس پشت ڈال رکھا ہے۔ مذہبی پابندیوں کو ایک جال سمجھ کر اُس سے آزادی حاصل کرنے کے لیے پارہ پارہ کر ڈالا ہے۔ تہذیب و اخلاق کو جدید ”ایٹیکٹ“ اور ”پوزیشن“ کے خلاف سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ اور پھر اس ”انقلاب مادی“ کے نتیجے میں ہم اکر وہ ”دخودی“ کے جوش میں اپنے خدا کو بھول گئے۔

خبر نظارہ مورخہ ۲۸ نومبر میں ایک ”اصلاحی“ مضمون نظر قاصر سے گزرا جو فاضل مستطاب جناب مولانا سید علی حیدر صاحب دام کمالہ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے مجھے جناب ممدوح سے کوئی ذاتی تعارف حاصل نہیں (بلکہ ۲۸ نومبر سے پہلے تو میں اسم گرامی سے بھی ناواقف تھا) بائیں جو موصوف کے بلند پایہ اصلاحی مضمون کو دیکھ کر مینا خستہ دل سے یہ صدا بلند ہوئی کہ خدا ایسے ہی چند ”صاف گو“ اور ”باحاس“ افراد قوم کو خلق فرمائے اور ان کے دل میں جذبہ اصلاح و عمل ”کوباتی و برقرار رکھے۔

مولانا موصوف نے اپنی قومی ”بنیادی کمزوریوں“ کے جو وجوہ ”بیانگ دہلی“ بلا خوف ”لومہ لائم“ تحریر فرماتے ہیں وہ سو فیصدی سچے اور صحیح ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بنیادی کمزوریاں کیوں پیدا ہوئیں؟ اور اب کیا ان کی ”اصلاح“ بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ دونوں پہلوؤں

اب اس کے بعد چودھری وجہ ہے اس کا تعلق صنفِ اکبرین و دروغین سے ہے اور اس "علی کمزوری" کا کچھ نہ کچھ تعلق ان حضرات سے بھی ہے جنہوں نے وعظ و نصیحت کا نسخ بدل کر دیتی واہ واہ اور سبحان اللہ کے لیے اپنے بیانات میں محض و کجپ اور خوش کن گوشے پیدا کرنا شروع کر دیے اور اسی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا۔

حسین مظلوم کی عظیم الشان قربانی کی "یادگار" منانے کا زمانہ قریب آ رہا ہے عشرہ محرم میں ذاکرین و دروغین اپنے اپنے "فرائض" کو انجام دینے کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام پر تشریف لے جائیں گے اور مجالس میں بڑے زور و شور کے ساتھ یہ حدیث شریف بیان کی جائے گی کہ "من ابی العجین و حبیبہ لہ العجبہ" ہر ایک یہ کہتا ہوا نظر آئے گا کہ غم حسین میں "آنسو" کے چند قطرے بہا دینا اور دو چار ٹھنڈی "آہیں" بھرنی ہی ہماری بخشش کے لیے کافی ہیں۔

میرادل تاریک اور دماغِ تنہا ہو جائے اگر چشمِ زدن کے لیے بھی یہ تصور کروں کہ معاذ اللہ یہ حدیث موضوع یا غلط ہے۔ میری زبان جل جائے اگر میں کبھی اس قسم کے "عقیدۂ شکن" خیالات کا اظہار بھی کروں مگر میں ارباب عقل و دانش و اصحاب عدل و انصاف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حسین مظلوم کے غم میں نکلے ہوئے "آنسو" کے صرف چند قطرے اور دیگر و حیات و فرائض اسلام و ایمان سے بہت فنی و بے پرواہ "کردینے کے لیے کافی ہیں؟ کیا بغیر صلوٰۃ و صوم اور زکوٰۃ و خمس کی پابندی کے "شانع محشر" کے "نوا سے" "ساتی کوثر" کے "شاہزادے" "خاتونِ جنت" کے

"دورین" "جوانانِ جاناں" کے "سرودار" ہمارے جنت میں داخلے کا پروانہ یا پاس عنایت فرمائیں گے اور ہمارے لیے "نصرِ جنت" کو آ رہتہ کرنے کا حکم فرمائیں گے؟ کیا حسین مظلوم کی "قربانی" کا مقصد صرف یہی ہے کہ ان کے غم میں خوب رویا جائے اور اچھی طرح "سینہ زنی" کی جائے اور ان احکام و فرائض کو بالکل سبائیت ڈال دیا جائے جن کی "تعمیر و بقا" کے لیے یہ الماناکِ واقعہ اور خونِ نقاش "حادثہ و قوت" میں آیا؟ لاؤ اللہ ہرگز ہرگز کر بلا کی عظیم الشان قربانی کا یہ مقصد و مقاش نہیں۔

بے شک حسین اور حسین کی باعصمت ماں اور باعظمت جد و پدر اس سے زیادہ خوش ہوں گے کہ روتے بھی جاؤ اور نازیں بھی پڑھتے رہو، ماتم کرتے جاؤ مگر روزہ بھی ترک نہ کرو۔ میں بھی یہ ہر وقت کہنے کے لیے تیار ہوں کہ بیشک حسین پر رونا ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے کافی ہے مگر اُسی طرح کہ جیلے نزلہ و زکام کے لیے جوشاندہ جس طرح جوشاندہ اس وقت فائدہ کر سکتا ہے جبکہ مریض اس کے حد سے پرہیز کرے بس اسی طرح حسین مظلوم پر رونا اسی وقت مفید ہو سکتا ہے کہ جب حسین کے "امر" پر عمل اور "نہی" سے "پرہیز" کیا جائے۔ اور یہی کرنا ہی "عظیم الشان" قربانی کا سب سے پہلا اور آخری "مقصد" ہے جس سے کسی صاحبِ عقل و ہوش کو انکار نہیں ہو سکتا۔

تعجب تو یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ "ما خلقت الجن والانس الا لیسجدون" اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تو خلقت "رونے کے لیے ہوئی ہے۔ بے شک قرآن مجید میں

یہ بھی موجود ہے کہ ”فلیضہ ملکوا قلیلا و لیسکو اکثرًا“ (مہنو کم رفو زیادہ)، ہم جانتے ہیں کہ رسول نے اپنی ”پارہ جگر“ کے ”داں“ کی تسکین کے لیے فرمایا تھا کہ خدا ایک قوم کو پیدا کرے گا جو عین پر روئے گی اور ان کا غم منائے گی لیکن میرے پیارے بھائیو! اس سے یہ کہاں ظاہر ہوتا ہے کہ صرف رونے کے لیے ہی خلقت ہوتی ہے۔

ہم نے نہایت امنوس کے ساتھ یہ بھی سنا ہو کہ بعض ”نواکریں“ نے اپنے جوش عقیدت میں آ کر بالائے منبر یہ بھی فرمادیا کہ بس ”جڑ مضبوط ہونی چاہیے شاخیں سوکھ جائیں سوکھ جانے دو وہ پھر تازہ ہو جائیں گی (نہ جانے کب)۔

(سیرازاتی خیال تو یہ ہے (اور شاید صحیح بھی ہو) کہ شخیں تو اس وقت تک ہرگز نہیں خشک ہو سکتیں جب تک ”اصل“ میں قوت نمود کا رفرما ہے اور ”در اصل“ ”فرع“ کا خشک ہو جانا یہ اس بات کی دلیل ہو کہ ”اصل“ بھی خشک ہو ہی جا رہی ہے۔ یہ ضرور ہی کہ شاخ پہنے سوکتی ہے اور جڑ بعد میں۔ تو بندہ نواز! اگر آپ کی اصل ابھی نہیں خشک ہوئی ہے صرف شاخیں سوکھ گئی ہیں تو خدا را اب بھی ہوش میں آئیے اور اپنے اعمال صالحہ کے موجب مارتے ہوئے سجدہ سے اس طرح اپنی اہلوں کو سیراب کیجئے کہ از سر نو شاخوں میں تازگی پیدا ہو جائے اور اس کا ہر سرتیہ جو بے مثالی کی دھوپ چھلے کر زرد پڑ گیا ہو ”ہرا“ ہو جائے پھر کھجئے بلا عذر آپ کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ وہ بر گناہ درخت کے مانند کیوں نہ ہوں

آج بھی ہمارے کانوں میں علمائے سابقین کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے کلمات صداقت گونج رہے ہیں۔ ہم براہِ جستہ ہیں کہ جب وہ منبر پر جاتے تو بلا خوف سلاطین دنیا اور بلا ہراس رؤسا و زماں ”بیانگ وہل“ اور مرد و نواہی الکی کو بیان کر دیتے۔ اگر کبھی بالائے منبر جاتے ہوئے ان کے کان میں یہ کہہ دیا جاتا ہو کہ ”بادشاہ یا قواب کو شراب کا شوق ہے اگر اس کا ذکر نہ آئے تو مناسبتاً اگر یہ یہ وہ زیب منبر توجہ ہیں تو بعد حمد خدا و ثنا رسول اُن کی زبان حق تر جان پر سب پہلے جو الفاظ ”بلا تکلف“ جاری ہوتے ہیں وہ قرآن مبارک کا وہ فرمان ہوتا ہے کہ ”انھا الخمر و المیز و الاضباب و ما جس من عمل الشیطان“ اور اس حقیقت کا اثر بادشاہ وقت پر یہ پڑتا ہے کہ ہمیشہ کے لیے شراب کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے مگر آج ہم اکثر دہشتہ خطباء کرام و فضلا و عظام کو دیکھتے ہیں انھوں نے بر سر منبر ایسے امد کا ذکر ہی ترک کر دیا ہو جس سے مومنین کے دل میں احکام شریعت کی اہمیت، اور تواضع اسلام کی پابندی کا ”جذبہ“ پیدا ہو۔ آج اگر ہم ایسے بعض لوگ مومنین کو ”عمل“ کی دعوت بھی دیتے ہیں تو جو کہ وہ خود ”عالم“ نہیں ہوتے اور ”یقولون ماکلا قفولون“ کے مصداق ہیں اس لیے ان کے قول کا کوئی اثر نہیں ہوتا جیسی تو مشہور ہے کہ ”دل سے حوالت نکلتی ہی اثر رکھتی ہے“ اور اسی واسطے کہ گایا ہو کہ ”و عطف کو متعظ“ ہونا چاہیے کہ یہ زمانہ ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اور ہر انسان ترقی کے دور سے گزرتا ہو انظر آ رہا ہے۔ لیکن ”انسانیت“ فنا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگر نگاہ حقیقت پناہ سے دیکھا جائے

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "جوین و جاپان کے وجود بمباروں" نے اپنی ساری "توہین" قلعہ انسانیت پر برساتی ہیں اور اس کو اس طرح مسمار کر دیا ہے کہ اب اس کا "وجود" بالکل مٹ گیا اور صرف "اثر" باقی ہے۔ کیا عجیب ہے کہ یہی آثار ہماری قوم کے نوجوان مشہور شاعر "نثار بارہ بنگوی" کی نظروں کے سامنے "منزل انسانیت" کی تصویر بن کر آئے ہوں اور اس بھیانک تصویر کو دیکھتے ہی شاعر کے "حزبات" لرز گئے ہوں اور اس کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے ہوں کہ

سبھی کچھ ہو رہا ہی اس ترقی کے زمانے میں
مگر یہ کیا غضب ہے آدمی "انڈی" نہیں ہوا

"بائیں ہمہ باب تنزل" اگر آج بھی ہمارے علماء و فضلاء اپنے طرز عمل میں "ترسیم" کر دیں تو اب بھی پرانی تصویریں نئی صورت سے عالم شہود میں "پیکر انسانیت" بن کر ظاہر ہو سکتی ہیں قوم کی اصلاح جس قدر پیشوایان قوم اور ہادیان ملت کر سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ ہم نے متنبذ و رائے سے یہ سنا ہے (اور ہماری عقل بھی اس کو تسلیم کرنے میں پس و پیش نہیں کرتی) کہ سرکار "نجم العلماء و ناصر العلماء" علی اللہ مقامہانے یہ طے فرمایا تھا کہ جس شادی محض وقف و سرود کی بنا کی جائے یا طرب آگیاں باجوں کی صدا میں بند ہوں ان میں "نکاح" پڑھنے سے قطعاً اجتناب کیا جائے۔ مگر آج کتنے صاحبان علم و فضل ہیں جو عملی اعتبار سے ان احکام کا اتباع فرماتے ہیں۔ اور شہتہ علماء کے احکام کے ماتحت زبان پر صیغہ نکاح جاری کرتے ہیں۔

سرکار ناصر الملتہ رح کے سامنے جب کوئی شیعہ اپنے چہرے

سے ڈاڑھی کے بالوں کو خیار زار سمجھ کر صاف کر کے سر کا حجامت کے پاس آتا تو آپ اس سے نظر براہ کر کے بات نہیں کرتے (مگر آنکھیں یہ مناظر خود دیکھ چکی ہیں) اور آج یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء خاص طور سے اپنے رسوا ایلے صاف چہرہ (مگر میلا دل) رکھنے والے حضرات سے پیدا کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ خدانے غریبوں کی دعوتیں کرنا اور ان کو کھانا کھانے کا حکم دیا ہے اور اس پر اجر جزئی عطا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر یہ حضرات غربا کی دعوت ضروری نہیں سمجھتے اور انھیں ڈاڑھی منڈاتے ہوئے رسوا کو اپنی بزم غصہ میں مدعو کرتے ہیں اور ان کی مادات کھاتی ہے انھیں "ڈنر" دیا جاتا ہے مگر جب وہ تشریف لاتے ہیں تو ان کا استقبال بڑی خندہ پیشانی سے کیا جاتا ہے (افسوس! پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے)

میں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ان امور سے ہمارا مقصد معاذ اللہ توہین علماء نہیں ہے اس لیے کہ ہم اس کو کفر سمجھتے ہیں مگر چونکہ اظہارِ اقدار و علامت "ایمان" لہذا امور مذکور کا ہر کردیے گئے۔

اصلاح قوم کی صورت میں انبیاء و ائمہ کا تذکرہ ہی چھوڑ دینا علماء کرام کی سیرت پر سختی کے ساتھ کارفرما ہوں تو ان کی سختیاں ہر جگہ بیکے ہوئے شیعوں کے لیے "تازیانہ عمل" بن سکتی ہیں۔ نوکرین کا یہ فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ فتنائے و مصائب کے ذکر کے ساتھ سیرت ائمہ پر عمل پیرا ہونے کی سختی کے ساتھ دعوت میں حق باتیں برسرِ منبر بلا خوف و خطر ظاہر اور واضح کر دیں

میں یہ باتیں۔

اصلاح قوم کی تھوڑی سی ذمہ داری شعرا و قوم سے بھی متعلق ہو اگر وہ بھی برابر اپنی نظموں میں عملی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں تو کچھ نہ کچھ دل ضرور مائل ہوں گے۔ جب نوحہ کئے کا ثواب بے حساب ہے اور "مرثیہ" کما باعث اجر نازل ہے تو کیا قوم کو "دعوتِ عمل" کے لیے تھوڑا وقت صرف کرنا موجب اجر جمیل نہیں بن سکتا؟ مگر شعراء میں بھی صرف زبانی "جوش" اور خیالی "آرزو" رکھنے والے حضرات نہ ہوں "سینا ہاؤس" یا "فلم کمپنیوں" کی چار دیواری سے "قومی صدا" ہرگز بلند نہیں ہوسکتی اور اگر کبھی بلند ہو بھی گئی تو اس کو "قوم" کے "کان" ضرور سنیں گے مگر دل انکار کرے گا۔

ہمارے "قومی نوجوانوں" کی اصلاح کی سب سے بڑی اور پہلی ذمہ داری ان کے والدین اور مربیان سے متعلق ہے اگر وہ بچپن ہی سے بہتر تعلیم اور بہترین تربیت کی طرف توجہ کریں اور ان کو احکامِ شریعت پر جانے کی سعی ملے گی اور اسلامی نقطہ نگاہ "کو پیشِ نظر" رکھتے ہوئے عمر کی ریلوے کے ساتھ ساتھ ان کو تمام احکامِ شریعت خصوصاً نماز روزہ کی پابندی کے لیے سختی اور بہت سختی سے کام لیں اور لاڈ و پیار میں اپنے پیارے بچوں کی دنیا و آخرت کو تار یک اور سیاه نہ بنائیں ایسے ماں باپ بھی میرے پیشِ نظر ہیں جو اپنے لڑکوں کو روزہ رکھنے سے روکتے ہیں اس لیے کہ وہ دبلا ہو جائے گا "برہنِ عقل و دانش بیاہر گریست"

والدین کے علاوہ اساتذہ کا بھی فریضہ ہے کہ وہ ان کو

خلافِ شریعت کرنے والے صحاب سے ایسے رسوم نہ پیدا کریں جن سے خاص خصوصیات کا اظہار ہوتا ہو اور ان کو وقتاً فوقتاً توہینِ احکامِ خدا سے باز رہنے کی نصیحت کرتے رہیں آخر کبھی تو وہ اثر نہ پیر ہوگا۔

اگلے بعد "اصلاحِ قوم" کے کچھ فراموش ہمارے قومی اخبارات سے بھی متعلق ہیں ان کو بھی لام ہے بجائے اسکے کہ سینا کے اشتہارات شائع کریں قدرت کے انتظام پر ہر دوسرے کرتے ہوئے اتنی ہی جگہوں میں انبیاء و ائمہ کے اقوال کو کبھی کبھی پیش کرتے رہیں۔ اپنے اپنے "انتسابیہ" مقالوں میں کسی سے "ذاتی نوک" چھینک "کے بجائے اپنے بھائیوں کو گل پر آمادہ کریں۔ برائیوں کو حقارت آمیز اور نفرت انگیز الفاظ میں پیش کر کے لوگوں کے دلوں میں منفرد پیدا کریں، اچھائیوں کو اچھے سے اچھے "بشر" الفاظ میں پیش کر کے مومنین کے قلوب میں عملی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں مگر ان کے لیے بھی باطل ہونا شرط ہے ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ہماری قومی اخبارات کے بعض ایڈیٹران تو ڈاڑھی رکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اور نہ سینا کے اشتہارات شائع کرنا پسند کرتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ "قومی اخبارات" میں "سنجی" اور "سلمیٰ" کی "سرخیاں" نظر آئیں اور ان کے دلربا مناظر، خوشنما سینیریون پر خوب خوب تبصرے ہوں کیا "اخبار" کے خورد و نوش "کا صرف یہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے جو کیا اس قسم کی تجارت سے شریعت میں مہکا نہیں گیا ہے؟ کیا اسے ممنوع اور حرام قرار نہیں دیا۔ تعجب ہے کہ علماء کھنڈو اور ذمہ داران کیسے.....

ان امور کو دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں قومی اخبارات

سلام

(از جناب حبیب رشیدی صاحب)

— — — — —

تشنہ لب قتل محراب کا نوا ستر ہو جائے
 پانی پانی نہ فلک شرم سے دریا ہو جائے
 بند اگر نوکر غم شہ شاہ کا چرچا ہو جائے
 ابھی اسلام کی دنیا میں سویرا ہو جائے
 روز سجدے جو کرے خاک مزار شریعہ
 آدمی ہی نہیں انسان فرشتہ ہو جائے
 بولا حُر چوم کے پائے پیر شیر خدا
 جس جگہ پر یہ قدم ہوں وہی کعبہ ہو جائے
 حسرت اشک فغانی ہے پھیلے دیدہ تر
 تاکہ شکن دلِ فاطمہ نہ ہرا ہو جائے
 وہ مصیبت ہے رشویں کی جو دل سے سُجھ لے
 نگاہ کے دل میں بھی اک درد سا پیدا ہو جائے
 لے فلک کیا ستم ہے یہ برائے کب کے
 رات کو عقد ہو اور صبح کو بیوا ہو جائے
 سامنے آنکھوں کے فرزند حواں دم توڑے
 شہر کی نظروں میں نہ اندھیر زمانہ ہو جائے
 ایک آنسو غمِ شہ میں ٹپک جائے حبیب
 تابہ کہ شہر تجھے پہنچانے کو دریا ہو جائے

کا خیالی کہیں اپنی ذمہ داریوں کو صرف تعلیم تک محدود نہ
 قرار دیں۔ اگر باپ اپنے بیٹے بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی
 اور استاد اپنے شاگرد کو آزادی دیدے اور ان کے ہر تھم
 کو ان کو سینا ہاؤس کی سیر کرائے تو وہ اسکی تمام برائیوں
 کا رہبر ہو گا۔ مگر آج کل تو یہی رنگ ہو کہ باپ اپنے بیٹے کا دل
 بھلانے کے لیے ساتھ سینا لے جا کر ان کا دل بڑھاتے اور استاد
 اپنا دل بھلانے کے لیے شاگرد کو اپنے پہلو میں بٹھا کر "تماشہ"
 مینی کا سبق پڑھاتے ہیں اللہم احفظنا من ہذہ الخائفا
 آج میں اپنے تمام بزرگوں، جوانوں اور بچوں سے
 خصوصاً ہم عروں اور ہمدیان قوم کی خدمت میں خلوص و
 عقیدت کے ساتھ اس بات کی التجا کروں گا کہ وہ بھرا یک
 مرتبہ اپنی پرانی سیرت اور عملی تقویر پر نیا رنگ چڑھا کر
 دنیا کو یہ بتا دیں کہ ہم اگر غبنے کے بعد بگڑ گئے تو بگڑ کر
 سنورنا بھی جانتے ہیں۔ "بیانگ وہل" زمانے کو بچار بچار
 یہ کہیں کہہ

ہم نے اپنے کو گناہ سے سنورنے کے لیے

زندگی پائی ہے حق کے ساتھ مرنے کے لیے

آئیں میری التجا قومی اخبارات سے کہ وہ میرے دل کی
 آواز قوم کے کانوں تک پہنچانے میں میری مدد کریں اور
 ہر اخبار میرے خیالات کا ترجمان بن کر اپنا قوم سے یہ کہے
 کہ

مے قوم داور اٹھو نہ در شباب بن کر
 دنیا کو جگمگا دو اک آفتاب بن کر (نفس)

و خالصہ دفا

بیکسی

(جناب مولانا غلام مرتضیٰ صاحب لکھنؤی فاضل ادب و دیر کا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں تارینوں کے سفوف کے سینے ذکر عیش و راحت سے بزم نشاط بنے ہوئے ہوں وہاں حرب و ضرب کے غولی مرتے جی سقہ تاریخ کو میدان رزم بنائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ دنیا کب نہیں مکرہ کار اور ہی زمانے بدل جاتے ہیں لیکن فطرت نہیں بدلتی انسان کی خود غرضی اور نفسانیت نے کبھی انسان کو ایک لمحہ کے لئے بھی ان کی نیند سونے نہ دیا۔ یوں تو عالم کا ہر طبقہ جہاں بھی حضرت ازان کا وجود ہے کچھ نہ کچھ دیر کے لئے میدان کارزار بن ہی جاتا ہے لیکن عام طبقات میں جہاں تک عوہ کا خلد ہے سماعت میں متاثر نظر آتا ہے اتنا کوئی نہیں وہ اپنی لغری جیگڑی کی وجہ سے ہمیشہ شیفۂ قتال رہے زانہ باہلیت کی لڑائیوں سے قطع نظر کر کے اس زمانے میں جبکہ اسلام اپنی بھرپور جوانی پر تھا دنیا مسلمانوں سے قدح سیکوری تھی زانہ باہلیت کی رسمیں ملت مٹا کر اسلام کا حسین نقشہ بن کے ابھر رہا تھا اس وقت کی تاریخ اگر دیکھ جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا دامن بھی مقتولین کے خون سے آلودہ نہیں

ہو رہا ہے کہ جہاں امن کے نشانات بالکل ہی دھندلے معلوم ہوتے ہیں لیکن آواز اور ہے کہ انہیں نے اس زمانے میں جتنی لڑائیاں لڑیں وہ بہت ہی منظم طریقے پر تھیں وہ ہر جنگ میں صرف اسی کو اپنا حربہ سمجھتے تھے جو یہ ان جنگ میں تلوار لیکر نکل آتا تھا وہ مال غنیمت کے لالچ میں شکست خوردہ فوج کو ضرور لوٹتے تھے مگر چر بھی انہیں نے کبھی مقتول کے جسم کی ذرہ نہیں اُٹاری اور وہ اس کو مقتول کی شدید توہین سمجھتے رہے وہ ایک شخص سے لڑنے کے لئے صرف ایک ہی شخص کو بھیجتے تھے ان کے لئے یہ تنگ تھا کہ وہ کسی ضعیف کے مقابل میں ہمت بڑے بہادر کو چن کے بھیجیں یا کسی اکیلے پر سب مل کر ٹوٹ پڑیں صد یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مقابل کو پیدل اور خود کو سوار دیکھتے تھے تو خود بھی گھوڑے پر سے اتر کر پیدل ہی جنگ کرتے تھے جیسا کہ جنگ خندق میں عمرہ ابن عبدود عامر نے کیا۔ اس نے دجر شروں کرنے کے قبل جو چیز حضرت علیؑ کے سامنے پیش کی وہ یہی تھی کہ تم بچے ہو میرے مقابل میں کسی بڑے کو بھیجو۔

اس زمانہ میں اگر حریف کے پس ماندگان قید بھی

کئے جاتے تھے تو ان کی عزت و توقیر میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا چنانچہ اسلام کے جلیل القدر پیغمبر نے عری ابن حاتم کے لئے جب وہ قید ہو کر آیا ہے تو اپنی عبا بچھا دی تھی پیغمبر کا عام حکم تھا کہ ہر قوم کے محترم لوگوں کا اکرام کرو لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد جب ہم اسلام کی اسی تمدن قوم پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بیچ کا فرنگہ انچہ مسلمانان کو نہ فطرتیں بد ہیں تو یہ کہ اصول ماسبق کا کوئی نشان ہی باقی نہ رہا۔ بھوکے اور پیاسوں کے مقابلہ میں سیر و سیراب منعیفوں کے مقابلہ میں قوی اور بوڑھوں کے مقابل میں جوان بچوں کے مقابل میں تجربہ کار بڑھے اور ننھوں کے مقابل میں ہتھیار دار نو جوان تھیں کر بلا کی خونریز جنگ اس انقلاب فطرت و اصول کی ہمیشہ گواہ رہے گی۔

بہت ممکن تھا کہ امام حسین کا حق و باطل کی جنگ بھی عوب کی فطرت کو دیکھتے ہوئے شاہانہ خانہ جنگیوں کا ایک ہلکا سا خاکہ بن کے رہ جاتی خصوصاً جبکہ حسین کی طرف غربت اور یزید کی طرف دولت و سطوت پورے طور پر پشت پناہی کے لئے تیار تھی شمشورہ انکار خانے میں طوطی کی آواہ کو نہ سنتا ہے عوب کے طویل و عریض خط میں حسین کے ساتھ کر بلا میں وراثت بٹری ہی آدمی وہ سکے بر خلاف اس کے یزید کی طرف اس وقت کی پوری دنیا تھی۔ اس کے بھی جو نمایاں فرق امام حسین اور یزید کے درمیان تھا وہ وراثت ہی تھا

کہ اگر یزید کی طرف ظالمانہ فتح کے نشے سے جھوٹے ہوئے خوشوار سپاہی پراد سے رہے تھے تو حسین کے غیوں کے گرد بیکی اپنی فتح پر ناز کرتی ہوئی بڑی آن بان کے ساتھ مصروف طواف تھی۔ کیا یزید نے اپنی دولت و سطوت سمیت حسین کی حقانیت کو چھپانے کی بھرپور کوشش نہیں کی۔

اب اس سے بڑھ کر اور کوشش کیا ہو سکتی تھی کہ اس شان سے اہل بیت کو دربار میں بلایا کہ دیکھنے والے یہ تک نہ سمجھ سکتے تھے کہ یہ قیدی ہیں کس خاندان کے مگر بقول شاعر

جو چپ رہے گی زبان خنجر ابو پکار لگا آستین کا

فضا میں کتنا ہی غبار کیوں نہ بلند ہو مگر کہیں آفتاب کی روشنی چھپانے سے چھپ سکتی ہے۔ زینب کے غبار آلود چہرے پر کر بلا کا خاک ذرے چمک کر بتا رہے تھے کہ ہم نے اسی نور عصمت سے کب غمیا کر کیا ہے یزیدی لشکر والوں کا ظاہری سراب فتح نے بالکل ہی اندھا کر دیا تھا وہ وقتی فتح کے نشے میں آتش بکھنے چلے تو خیمہ حسین کی طرف لیکن انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ سکینہ کے چلے ہوئے دل سے ٹپتی ہوئی آہوں کے دھوئیں نے پہلے ہی ہمارے نشیمن فتح کو جلانے کا کام کر دیا ہے۔

حسین کی حقیقی فتح کا سب سے پہلا نشان جو کر بلا میں بلند ہوا وہ حرا بن یزید ریاحی جیسے ہمدرد کا یزیدی دولت و سطوت کو ٹھکرانے کا حسین غربت کی طرف کھینچنا تھا

حسینؑ کے دل کی ہر تکی ہوئی آہ کر بلا کے ریگستان میں
نشان فتح بن کر قائم ہو جاتی تھی۔ بلکہ اگر غور کیا جائے
تو معلوم ہو گا کہ کر بلا میں حسینؑ کی سرائس ایک بہت بڑے
انقلاب کی پینا سبر تھی یزیدی لشکر کی ماری توجہ معنی اس پر
سبذول تھی کہ کسی صورت سے حسینؑ کو غم کر کے دنیا کو
اپنا ہنر بان بنالے۔

مگر حسینؑ کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر زبانی موافق
ہو بھی سکتیں تو کیا تو سی جو دلوں سے خراج تحسین نہ لے یا
ہو۔ حسینؑ کے استغاثوں پر فطرت لبیک کی صدا دے رہی
تھی۔ نہیں بلکہ حسینؑ کے استغاثے خود نظریوں میں انقلاب
پیدا کر رہے تھے۔ دنیا جانتی ہے کہ اولاد کی محبت جن
ماں کو ہوتی ہے اتنی کسی کو نہیں ہوتی۔ تند و تیز سواؤں
کے موسم میں مائیں اپنے کسن بچوں کو گھر سے باہر نہیں
نکلنے دیتیں چہ جائیکہ تیروں کی بارش میں۔ حسینؑ کے
عزیزہ و انصار شہید ہو چکے ہیں میدانِ نبرد لاشوں کے
انبار سے پٹا پڑا ہے، کر بلا کی زمین بیکسوں کے
خونِ ناحق سے سُرخ ہو رہی ہے بادل کی طرح دشمن
کی ہر طرف چھائی ہوئی فوجیں آپس میں قتل حسینؑ کے
شورے کر رہی ہیں یزیدی لشکر میں گھوڑوں کے ہنھانے
اور ہتھیاروں کی کھڑک سے کان پڑی آواز نہیں سنائی
دیتی آفتاب اپنی پوری حدت کے ساتھ پیاسوں
کے استمان پر تلا ہوا ہے کر بلا کا ریگستان شدتِ حرارت
سے تنور کا طرح دکھ رہا ہے حسینؑ کے نمیوں پر ایک پرستو
ویرانگی برس رہی ہے ہاں کبھی کبھی سکینہ کی العطش

عطش کی آواز آ جاتی ہے جس سے حسینؑ کی بیکسی میں کچھ اور
افادہ ہو جاتا ہے یہ وہ وقت ہے کہ جب پیاسے حسینؑ پر
ہر طرف سے تیروں کی بارش ہے اسی اشار میں خیام
حسینؑ میں سے ایک نیسے کا پردہ اٹھتا ہے اور ایک کسن
بچہ تلوار کمر میں لٹکائے لباسِ جنگ سے آراستہ
لبے لبے گیسو دونوں شانوں پر بڑے ہوئے چہرے پر
لڑاکپن کی مصیبت نگاہوں میں اضطراب گھبرا گھبرا کر
میدانِ جنگ کو دیکھتا ہوا امام حسینؑ کی طرف بڑھا چلا
آتا ہے قریب پہنچ کر عرض کرتا ہے مولا اجازت جنگ
عطا ہو امام حسینؑ دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیٹا
خیسے میں جاؤ تمھاری ماں کے لئے تمھارے باپ کا رنا
کافی ہے تو بچہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کہ مولا میری
ماں ہی نے تو میرے جسم پر یہ ہتھیار سجے ہیں، یہ شہید
ہوتا ہے اور لشکر والے جب درخیمہ پر کھڑی ہوئی
ماں کے پاس اس کے کسن بچے کا سر پھینکتے ہیں تو ماں
صرف ایک نگر دیکھ کر پھر سر کو فوج کی طرف پھینکتی
ہے اور جب اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو خود ہی جذبات
نصرت سے بیتاب ہو کر عودِ خیمہ لے کر فوج پر بھپٹ
پڑتی ہے یہ عورت زوجہ تھی حناہ ابن کعب کی جو
حملہ ادنیٰ میں شہید ہوئے اور وہ مرنے والا بچہ
غریب حناہ کا یتیم تھا۔ کر بلا میں حسینؑ کے پاس یہ وہ
ہتھیار تھے جن سے یزید کا قصر مکورت آخر کو سمار
ہو کے رہا۔

|| حدیث من بکلی ||

== از شاعر آل محمد جناب نسیم امروہوی ==

(جناب نسیم امروہوی سے اگرچہ مال میں ہم سے مرثیہ خیر معصوم کے سلسلے میں اختلافات نظریات ہو گئے ہیں اور جب تک جناب موصوف مرثیہ کا نام بدل کر کوئی دوسرا نہ رکھ لیں یہ اختلافات باقی رہے گا لیکن یہ اختلافات نظریات ہمارے یا جناب نسیم کے جذبہ مذہبی میں مائل نہیں ہو سکتے اور جناب نسیم کی مذہبی نظموں کی نظارہ میں اشاعت ہن کا بن ثبوت ہیں کہ یہ اختلاف ذاتی حیثیت نہیں رکھتا اس لئے موصوف کے میر مطبوعہ مرثیہ قلعہ غم سے چند بند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اس مرثیہ میں جناب نسیم نے حدیث من بکلی اور امام حسین کے غم میں رونے کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے اس کے ابتدائی بند تازہ مرزا مرحوم بنیر میں شائع ہوا ہے یہاں سے (نقل)

جن کی نظروں سے حقیقت ہے عزاء کی مستور من بکلی پر جو نہیں وہ تو نہ ہونا رنجور
کتے ہیں رونے رولانے میں تصنع ہے ضرور واہ کیا فکر و نظر رکھتے ہیں چشم بد دور
لاکھ مجبور ہمیں کیجئے کب روتے ہیں
چوٹ جب قلب پہ لگ جاتی ہو تب روتے ہیں
جو نہ مقصود غم دہر حیدر سمجھے مصلحت کلہ ابکی کی وہ کیونکر سمجھے
اشک تمہید عمل ہیں دل مضطرب سمجھے جو نہ سمجھے تو خدا سمجھے پیمر سمجھے
مرکز ہی غم ہے یاں بزم کی سرگرمی کا
اک بہانا ہے بکا دل کیلئے نرمی کا
جن کا شیوہ ہے بہر حال مخالف ہونا سمجھے مفہوم تب کی بہ تکلف رونا
نقد فرصت ہے عبث بحث غلط میں کھونا خود زہرِ علم کے نقاد پر رکھ لیں سونا
جبکہ آنسو نہ بہیں خلق کی عادت ہے یہی
غم کے ماحول میں انسان کی فطرت ہے یہی
ہے تباہی سے یہ مقصود کہ ارباب عزاء مجلس غم میں سنیں غور سے ذکر شہدا

جس طرح موت کے ڈر میں کوئی پڑ سے کو گیا مرنے والے کے عزیزوں میں ہوا شور و بکا
 آہ و سنہ یا دو ہاں دل سے جو ٹکراتی ہے
 شکل رونے کی بسا نہیں بن جاتی ہے

لکھتے چینیو تحقیق معلوم ہے مفہوم ریا؟ یعنی وہ طاعت حق جس میں نہ ہو صدق و صفا
 حرص نہ ریا ہو بس جاوید تسبیح خدا دین کا کام بہ امت حصول دنیا
 یاں تباکی میں ریا کیا ہے تصنع کیا ہے
 چند اشکوں کے سوا اور توقع کیا ہے

اس روایت کی وضاحت ہو اگر مد نظر ترجمہ یہ ہے کہ جو رونے لائے دم بھر
 یا شریک غم سرور ہو بقلب مضطر ہے یہ واجب کہ ہوں وا اسکے لئے خلد کے در
 مگر اس وقت کہ حق شاہ کا پہچان بھی لے
 جان جس شخص پہ دیتا ہے اسے جان بھی لے

دور ہے جس کی خرد سے یہ عز کا پیغام اس کی لفظوں پہ کرے غور بہ ادراک تمام
 یاں تباکی جو ہے شر و ابرقان امام عقل کہتی ہے کہ عمارت صادق کا کلام
 یوں تو رونے کو عدو کھینچ کے خنجر رونے
 گر یہ آن کا ہے کہ جو سوچ سمجھ کر رونے

ایسی فطرت ہے زالی غم شہ کی بخدا شمر کو بھی جو رلا دیتی ہے بے قصد بکا
 جس سے ہو سکتا ہے قاتل پہ محب کا دھوکا اس روایت نے کیا نور کو ظلمت سے جدا
 نقد عرفان حقیقت میں اگر جھول نہیں
 رونے والے کے پھر اشکوں کا کوئی مول نہیں

من بکی میں ہے جنہیں بحث و جدل کی عادت حکم ابکی کو جو کہتے ہیں حریف فطرت
 ضد تباکی سے جنہیں اور بکا سے نفرت مضحکہ جن کی نظریں ہیں وجوب جنت
 زور تقریر سے جلسوں کو ہلا دیتے ہیں
 شرط عرفان کو روایت میں بھلا دیتے ہیں

ملہ روایت اس طرح ماثور ہے من بکی علی المحین روا بکی او تباکی عمار قافلہ وجبت لہ الجنة

نفس مطلب سے وہ اس قول میں ہو کر غافل
حق کی تکذیب میں لاتے ہیں ثبوت باطل
عزم معصوم تو یہ ہے کہ وہی ہیں مائل
معرفت جن کو ہے حق شہد کی حاصل
جن کے آنسو شرف خون و فاجہانتے ہیں
حق تو یہ ہے کہ وہی حق کو بھی پہچانتے ہیں
یہ روایت ہے تصنع کی حدود سے بالا
کیونکہ ہے جزو اہم عشق امام والا
دل یہ کہتا ہے مگر حسن عقیدت والا
جس نے ہے فطرت اسلام کو دیکھا بھالا
وہ بھی مومن ہے جو دل سے بہت اسف روئے
وہ بھی حق پر ہے جو ازراہ تکلف روئے
معترض ہے جو تباکی پہ نگاہ کوتاہ
حق کے اسرار عبادت سے ہر غافل گمراہ
چند ہی ایسے تو ہیں بندہ مخلص دانہ
طاعت حق پہ جو مائل ہیں بقلب آگاہ
غیر مارن کو ریاضت کا جو پھل ملتا ہے
ہر تکلف پہ اسے اجبر عمل ملتا ہے
احترام رمضان سے ہے عیاں ہر صفت
یہ تصنع بھی مفروض خدا کی طاعت
صوم ہو یا کہ نہ ہو پھر بھی ذراہ حرمت
فرض ہے یہ کہ ہو صائم کی بظاہر صورت
شکل ایسی جو بناوٹ سے بنا لیتا ہے
بمخدا اُس کو خدا اس کی جزا دیتا ہے
رمضان کا تو یہ رتبہ یہ فضیلت یہ شرم
بدن طعن بنے فدیہ تو حید کا غم
شکل روزے کی بنائیں تو ہو خالق کا کردار
شکل روزے کی بنائیں تو سرس ہو ستم
اُس جگہ بھی رحمت کا سبب ہو جائے !
اس جگہ اشک بھی ٹپکے تو غضب ہو جائے !

سراج غم { مداح آل نبی جناب شریعت حیدری جنرل سیکریٹری انجمن صغریٰ شکار پور کے کرد و کاوش کا وہ تبلیغی شاہکار ہے جس نے دنیا و ہایت
سے خارج تھیں حاصل کیا ہے ایک ایک مصرعہ مرکز تبلیغ ہے ہر فقرہ درودیں ڈوبا ہوا ہے ہر فہم کا خون کی پیش کرتا ہے اپنی نوعیت
کی زلی بیاغی پر باؤں نوحوں پشیل ہے دوسرے ایڈیشن میں چند نسخے باقی ہیں جلد نکائیے چند شعرا کے نام درج ذیل ہیں: - جعفری - نجم - فضل -
شرف - دھرم - ہسر - رتنا - سندر - شہید جعفر فیاض - اقبال - نور - تغیر - وحی - ناوہ وغیرہ اس گرانقدر فیض کی قیمت بارہ آنہ (انجمن صغریٰ شکار پور ضلع بلند شہر پوری)

== شرب الصابکین رضوی ==

== یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم میں پیئیں ==

== سلطنت اسلامیہ کے شہنشاہ عظم خلیفہ ہارون الرشید ==

== کی فرمائش پر ==

دارت علوم ربانی طبیب حافی خانوادہ رسالت حضرت امام رضاؑ نے ترتیب دیا ہے یہ دوا مدت عمر شاہ نادر کے استعمال میں رہی اور حسبِ وصیت اس کا نسخہ اوراقِ ذہب پر لکھ کر خزانہ شاہی میں محفوظ کیا

== عصے ایسے تین جوان ہرگز طفلان ہے ==

جگر و معدہ کے افعال کو درست کر کے خونِ صالح پیدا کرتی ہے، سور القینہ، نفخ کبدی، جلندھر (ہر قسم کے استسقا) کو دور کرتی ہے، اعصاب کو قوی کرتی ہے، امراضِ بار دہ عوقِ انسا، قرصِ دجج، مفصل (گٹھیا)، فالج، لقوہ، سترخا کو کھوتی ہے، اسکی مداومت امراضِ بالا سے محفوظ رکھتی ہے، ادویہ سنی دشانہ گردہ کو قوی کر کے قوتِ خاص میں بیش بہا اضافہ کرتی ہے، قلب و دماغ کو تقویت بخشتی ہے اور شرابِ ناب کے بُرے اثرات کو دور کرنے میں کبیر صفت ہے، بوڑھوں کو لطفِ جوانی اور جوانوں کو لطفِ زندگی بخشتی ہے، بچوں کیلئے بے نظیر گھٹی ہے، عورتوں کے کثرتِ پوشیدہ امراض اور بے قاعدگیوں کو دور کرتی ہے، جوان بوڑھے، بچہ، عورت، مرد سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

== قیمت فی بوتل پانچ روپیہ ==

== دوا خانہ معدن الادویہ و کٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ سے طلب فرمائیے ==

حضرت علامہ عرشی کی مقبول ایجنسی

برائے کمونی فیکٹری

زیر سرپرستی افسر اطبا و جناب لائیکچرر تفتی حسین صاحب

مخلص و فضلی علی رسولہ الامین والدہ المعصومین
ابا بعد حمد و ثنن کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ یونیاں ناچار
بربر بیکار ہے اور ہر کس ناکس کو اس کے صاحبِ آلام سے دوچار
ہونا ضروری و لازمی ہے۔ اسی دنیا سے بھاگنے سے ہم سے وہ
نقصت سلب کر لی جس پر ہم کو اور ہماری قوم کو خداوند تعالیٰ فرج کالج
رہیں لاطبا حاذق العصر علامہ عرشی طالبِ ہاکی مقدس ہستی کا
اس وقت داغِ جدائی اٹھانا پڑا جبکہ حقیقی معنوں میں مرحوم و معذور کا کئی
حقیقی جانشین نہ تھا۔ یہی سبب تھا کہ کمونی فیکٹری عرصہ دو سال
تک گناہی کے عالم میں پڑی رہی۔ پیش مشورہ ہے کہ ہر عروج کے
بعد زوال اور ہر زوال کے بعد عروج ہے۔ میری ہمت کی کوئی اتہا

مختصر فرسٹ ایکٹوئیٹو فیکٹری لکھنؤ

کمونی۔ جلا امراض شکم کی نادر ایجاد۔ قیمت
نور بصیر۔ امراض چشم کیلئے مخصوص کسیر ہے قیمت
روغن طلا و مسخ۔ عینہ مخصوص کے تمام نقائص کو
دور کر کے اس کو عملی مالیت پر لاتا ہے۔ قیمت ۵۰
سفوف سوزاک۔ یہ سفوف نئے سوزاک کیلئے
اکسیر ہے۔ چائینس یوم۔ قیمت
مجنون شباب۔ جربان کو روکتی ہے، قوتِ باہ
میں اضافہ کرتی ہے اور قوتِ بنی دور کرتی ہے چائینس
حب تر یاق۔ کمونی فیکٹری کی مخصوص دوا ہے۔
قوتِ باہ کیلئے نہایت نثر، اعصاب کو قوت پہنچاتی
خون صالح پیدا کرتی ہے۔ چائینس گولیاں۔ قیمت
کمونی فیکٹری میں تمام مرکبات رنگینی و کیمیا
دیانت داری کے ساتھ تیار کر کے جاتے ہیں۔ فقط

نہ تہی جبکہ افسر اطبا و حضرت مولانا مولوی حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب قلیہ نے جو واقعی مرحوم طالبِ نژاد کے نام روشن کر نیوالے
اور ان کے اوصاف کے صحیح معنوں میں حامل ہیں۔ (موصوف نے) کمونی فیکٹری کی سرپرستی قبول فرمائی اور کہیں نہ ایسا ہوتا
چھوٹا بھائی قوتِ باہ ہوتا ہے۔ برے بھائی کو چھوٹے بھائی سے بڑی تقویت ملتی ہے۔ خداوند عالم سے لاپس کی دعا ہے
کہ جناب حکیم صاحب قلیہ کو عروجِ عنایت فرمائے اور ان کی سرپرستی میں کمونی فیکٹری کو وہی عروج یا اس کے بال
عروج حاصل ہو جائے جو علامہ عرشی مرحوم کے دور میں تھا۔ کمونی فیکٹری کی صداقت کا ذکر ہر ہر ملک شہا ہائیکہ ملک
دکن، کراچی، بمبئی، پنجاب، یوپی، کشمیر، بہار، بنگال و نیز دیگر ممالک میں ہوں سے بچ رہا ہے۔ کیوں؟ اسلئے
کہ کمونی فیکٹری نے ہیڈ اسکا خیال رکھا کہ ریاضوں کو کافی منفعت چل ہو چاہے فیکٹری کو معقول نفع نہ ہو یہ سب قلم
کہ باوجود گرائی ادویہ کے کمونی فیکٹری نے ابھی تک اپنے کارخانے کی دواؤں میں نیت میں کوئی اضافہ نہیں کیا تھا اور
چھ سال تک جنگ سے مقابلہ کرتی رہی مگر شرمی قسمت کہیں ہار گیا اور قسری اضافہ قیمت ادویہ میں کرنا پڑا۔ فیکٹری نے
طے کر لیا ہے کہ جو ہی ۱۹۵۵ء میں تمام ادویہ کی قیمت میں فی روپیہ بعض چار آنہ اضافہ کر دیا جائیگا۔ لہذا ہر شخص کو یاد رہے
میری مجبوریوں کو مد نظر رکھئے ہوئے مجھے معذور سمجھیں گے۔
مبصر کمونی فیکٹری قاضی باغ لکھنؤ

ہفتہ وار اخبار نظارہ آپ کا قومی اخبار ہے اسکی زائید سے زائد مدد کیجئے

نوحہ

از جنابہ حشمت نفیس بانو صاحبہ رضویہ بنت سید ہدایت حسین صاحبہ رضوی
 قبر صغیر پر کہ اں کہتی تھیں دبستور دیکھو دیر سے رن میں کھڑی روتی ہے مادر دیکھو
 تمکو دادا نے دیئے خلد میں جام کوثر پیاسی دُور وز سے ہے حالتِ خواہر دیکھو
 نہر پر کاٹے گئے ہائے عمار کے ہاتھ بے کفن رن میں پڑا ہے تنِ اطہر دیکھو
 راہیں دشوار عدم کی ہیں نہ ڈرنا بیٹا بھائی کی گود میں رہنا عیسیٰ صغیر دیکھو
 خیمے سب جل گئے اور لگی اسباب بی بیاں شام میں جاتی ہیں کھلے سر دیکھو

شوق دیدار میں بیچین ہے مدت سے نفیس

چشمِ رحمت سے ادھر بھی شرِ صغیر دیکھو

عشرہ محرم میں بالکل نئی مجلسیں پڑیے

رایض المجالس

تیار ہو گئی

تیار ہو گئی

مولفہ مولانا مولوی سید ریاض الحسن صاحبہ موصی

اس کتاب میں امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی، کربلا میں داخلہ، روز عاشورا شہادتِ صاحبِ حسینؑ، شہادتِ ائمہ اہل بیتؑ، شہادتِ حضرت علیؑ، شہادتِ حضرت علیؑ صغیر اور شہادتِ حضرت عباسؑ، تاریخی خیام، سیریِ مہبت وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے مسودات ہیں۔ مسودہ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے میں پڑھا جاسکتا ہے۔ مسودات بالکل سادہ اور سہل زبان آزدو میں بنائے گئے ہیں کہ عورتیں، لڑکیاں اور کم پڑھے لوگ بھی آسانی سے محبتیں پڑھ سکیں۔ "سائز ۱۸x۲۲ ۛ غروف داغیم۔ چھپائی صاف۔ قیمت علاوہ محصول غیر۔"

ملفوظ کاتبہ "سید غلام الحسن نقوی صاحب کتب چوک بازار لکھنؤ"

کر بلا

از جناب قربان حسین صاحب قربان میری سہی

یوں تو چن چن کے تو نے لیے ہیں گھر ایک ششماہہ پر بھی تو ڈالی نظر
جمع تو کر لیے ہیں خزانے مگر ہے خبر یہ کہ ٹوٹا کیا کس کا گھر
کس کا تو نے صفایا تب یہ کر دیا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

جو کہ مقصد تھا تیرا وہ پورا ہوا ان کے بچوں کی اب جھک پڑا ہوا کیا
بی بیوں اونٹ پر ہوں تو ہوں گے ردا کوئی بیمار پیدل چلا تو چلا
کیا یہی ہے زمانے کی بوے حونا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

بی بیوں سر کھلے اور بازاری شام قیدی زمین اعبا اور دربار عام
پیش زینبیں فاجسکے بیجا کلام تنہو کیا کر بلا اب رہا ان کے کام
جیکہ کر ہی لیا تو نے اپنا بھلا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

ہے تہ تیغ گردن ستارہ ام خیمے جلتے ہیں لٹے ہیں اہل حرم
لڑاں ہو یہ زباں رکتا ہو انیم ختم قربان کر ذکر مسخ و الم
تو نے جو کچھ بھی چاہا وہ سب کر دیا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

تجربہ کیا کیا دہنیے چھپے ہیں بتا کر بلا کر بلا کر بلا
کوئی بچاتا تھا تجھے کب بھلا اپنی شہرت کی خاطر یہ کیا کر دیا
دیکھتے دیکھتے کر دیا گھر صفا خون بہتا ہو کس کا یہ کیوں دیکھتا

جب جو اس کے چنے کی خواہش میں تھا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

ابن حیدر کی کیا بکھر خوش نہ رہتی حلق پر خشک جلو اوی کیوں بھر رہی
یہ نہ دیکھا کہ تڑپیں سہلانی باپ کے گھر روئے گی ماں ل جلی
تنہو کیا کوئی تڑپے کر دے بھلا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

تجھے عباس سامی دلا در لیا جس کا ثانی نہ ہو ایسا صفا در لیا
ہوئے عالم میں ایسا برادر لیا انکریں کاچیں کر غضنفر لیا
تنہو کیا گشت فاطمہ مگر لیا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

نامہ میں پر جوانی کرے وہ جوان جس کی صورت ختم کسل کا گماں
حسن پر جس کے قربان حسن زماں سال جس کو لگا ہی تھا اٹھا مٹا
وہ بھی نظروں سے تیری نہ آجکا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

شادی بھی کہیں دیکھی ہو یسوی جن کو شربت ملا اور نہ منہ کی لگی
شادی نہ لگے اور نہ دعوت ہوئی بیوہ بننے کے خاطر ہی وہ بنی

علی کھلائے نہیں دھڑ تیری کیا

کر بلا کر بلا کر بلا کر بلا

نظارہ کی توسیع اشاعت

آپ کا قومی فریضہ ہے

سید عہد عباسی نقار، ایڈیٹر پبلشر جنرل نے سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر
مختار نثار و کٹر مدد سے لکھنؤ سے شائع کیا

وفا

(اشرف العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب صدر الافاضل)

وفا کے حقیقی معنوں کی تلاش میں ہر صنعت اور ہر طبقہ کے انسان نے کوشش سعی کی مگر اُس کے سعی بار آور نہ ہوئی۔ ناکامیابی کا مُٹھ دیکھنا پڑا اور غائبِ فاعل واپس ہوتے ہوئے پھر اُس منزل پر آنا پڑا جہاں سے اُس کے جذبات اُبھرے تھے کیا درحقیقت وفا فانوس بے شمع قندیل بے نور جسم بے روح ہے یا وفا الہی شے ہے اور الہی ضیا اور الہی روح اعظم ہے جس کو ظاہری لگا ہیں دیکھنے سے عاجز و مجبور ہیں یا ظاہری لگا ہیں جس کو وفا کے لباس میں دیکھتی ہیں اور جس کو وفادار کا لقب عطا کرتی ہیں وہ نفسِ لامی میں وفادار ہے نہیں ہیں۔ وفا کی تجلیوں کو وفا کے خوبصورت و لطیف چہرے کو وفا کی روح عظم کو چشمِ ظاہر دیکھنے سے یقیناً اُسی طرح مجبور ہے جیسے ایک نابینا آفتاب کو دیکھنے سے معذور ہے۔ ظاہری لگا ہیں جس کو وفا کا پیکر سمجھیں وہ حقیقی معنوں میں وفادار نہیں ہو سکتا ہے حقیقی معنوں میں وفادار وہاں ہے جس کو خالق و قایا جس کو ولی خدا وفاداری کے خلعت سے مزین فرمائے۔ دنیا کے ناپائدار کی چند مثالوں اور شاعری تشبیہوں میں وفا کے گوہر کی تلاش کرنا فضول ہے اس حقیقی گوہر کا صرف پروانہ و قیس و فریاد کا پیکر نہیں ہو سکتا ہے ہم کو غالب کا مٹونا ہونا چاہیے کہے کہ انہیں نے اس پہلو کی مطلع مذکورہ ذیل میں نہایت ہی حسن سے تردید کر دی ہے فرماتے ہیں ہر ہر میں نقش و فاد جرتی نہ ہوا۔ ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

اچھا تو جب اہل زمانہ نے صفحہ دہر پر حقدار نقش و فاد بنائے تھے وہ بیکار اور لفظ مہمل ثابت ہوئے تو اب اُس کے نقشِ فنا کو مگر عیدیت بنانا لازم ہے جس کو خداوند عالم وفادار کہدے یا وہ شخص جو حقیقی معنوں میں ولی خدا ہو ایا ولی خدا ہی جس کو وفادار کہدے وہ یقیناً وفادار ہے۔ ہم جب حقیقی والہ علیہ السلام کے عطا کردہ القاب و مناصب کی تلاش میں قرآن مجید کی ورق گردانی کرتے ہیں تو وفا کے مشتقات کا استعمال کئی آیتوں میں کئی ذکرِ تہ افراد کے لئے دیکھتے ہیں اور یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ جب تک مبداء کا وجود عقلی کسی شخص میں نہ ہو اُس وقت تک وہ مصداقِ شتق نہیں ہو سکتا ہے جیسے علم یہ مبداء ہے اور عالم مشتق ہے علم جس شخص میں نہ ہو اُس کو عالم کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح جس شخص میں وفا کا مبداء قائم نہ ہو اُس کے لئے بھی کوئی شخص مشتقات و فاد کا استعمال نہ کرے گا مگر وہی لوگ کہ جو جاہل ہوں یا عالم بے عمل اور جھوٹے۔ سچا انسان کبھی ایسی جرأت نہ کرے گا کہ جاہل کو عالم عالم کو جاہل بیوفا کہے یا وفا لکھے جب سچے انسان مخلوق ہو کر سچائی نہ چھوڑیں تو خدا جو خالق ہے اور پچ کو دوست رکھتا ہے اور جس نے بچوں کی پیروی کو کوئی مع الصادقین قرآن مجید میں ارشاد فرما کر واجب کیا ہو وہ کیونکر کسی لفظ کے مشتقات کو بغیر وجود مبداء کے کسی کے لئے استعمال کرے گا کوئی بندہ خدا کو خدا مانتے ہوئے اُس کی جانب جھوٹ کی

کتاب اثنا عشری کا ذخیرہ

چونکہ کانپور ایک تجارتی منڈی ہے ہر طبقہ کے حضرات اپنی ضروریات کی غرض سے یہاں شریعت لاتے رہتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے علاوہ اپنی تجارت یعنی اسکول کمر کا لچہ کبس۔ اسٹیشنری کے ہر مطبع اثنا عشری کی کتب مہیا کی ہیں جو برابر شہر میں اور باہر حضرات منگاتے رہتے ہیں ہمارے یہاں جن جنریاں۔ محرم نمبر۔ سوانح عمریاد مناظرہ۔ احادیث۔ مرانی۔ توضیحات۔ قرآن شریف و حاکل شریف و تقویری حاکل شریف و پارہ مناقب کتب امامیہ مشن اور دیگر مطالع کی کتب رہتی ہیں۔

ایک اور سہولت

آپ مختلف مطالع سے کتب منگاتے ہیں تو ہر مطبع کا وی۔ پی خرچ آپ کو برداشت کرنا پڑتا ہے ہم سے مختلف مطالع کی کتب طلب فرمائیے صرف ایک وی۔ پی خرچ میں مکفایت روانہ کی جاویں گی۔ کانپور کے لئے نظارہ ہفتہ وار ہم سے مل سکے گا۔

اپنی مطبوعہ کتب

منارہ ہدایت کیفی عظمیٰ ۳۲ جہتم تر ۳۲ کلام شفیق حصہ دوم ۳۲ ریاض شیدا ارچنستان صبا ۸۸ ہدیہ مید ۳۲ اذکار حق ۳۲ المشرق سید انصار علی الضوی منیر اقسام کبڈاپو ساؤخانہ پریڈ کانپور

نیت ہیں دے سکتے ہیں لہذا اگر جناب ابراہیم میں وفا کا جوہر نہ ہوتا تو خداوند عالم ہرگز اپنے خلیل کو و ابراہیم اللہ وفا کے خلعت سے سرفراز نہ کرتا اگر علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام تاجداران مملکت و فائز ہوتے تو خداوند حکیم و عظیم و بصیر کبھی دیو فون یا لندز کو اور دالمو فون بھدم اذا عاہدوا کے تاج سے مزین نہ کرتا۔

جیسا کہ کون ہیں جیسے اُسی بچے خدا کے بچے رسول یعنی محمد مصطفیٰ قائم پیمبران کے تخت جگر سیوہ دل اور سایہ نبوت میں بچے رسول کے صرف نواسے ہا نہیں ہیں بلکہ صدیق کے بیٹے اور صدیق کے فرزند بھی ہیں اور خود بھی مسلک صادقین میں ایک تائیدہ گوہر ہیں لہذا آپ کا ہر لفظ ہر کلمہ ہر حرف ہر حرف میزان صدق و صفا کے لئے لازوال زینت کے جانے کا سہی ہے۔ ہمارے ولی نعمت و آقائے دین و ملت حضرت عباس علیہ السلام کے واسطے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوئی مخصوص جملہ لیا نہیں فرمایا جس سے آپ کی وفاداری پر نسبت دیگر اصحاب کے کوئی امتیازی پوششی پڑے مگر عملی حیثیت بتاتی ہے کہ حضرت عباسؑ سے بڑھ کر آپ کے اصحاب میں اگر کوئی وفادار ہوتا تو حضرت اُسی کو علمداری کا منصب عطا کرتے کیونکہ علمداری کا ذمہ داریاں اسی شخص کو دی جاسکتی ہیں جو وفادار اور سچا اور بہادر ہو حضرت علیہ السلام کے تمام اصحاب ہر نبی و امام کے اصحاب سے وفادار تھے جیسا کہ حضرت نے لا اعلم اصحاباً اوفیٰ امن اصحاب کے جملہ سے مدح فرمائی ہے لیکن حضرت علیہ السلام کا علم لشکر حضرت عباسؑ کو عطا کرنا بتاتا ہے اور یہی دلیل مناصب کتب ہے کہ حضرت عباسؑ ان اصحاب میں بھی سب سے زیادہ وفادار اور شجاع تھا بلکہ سب سے زیادہ سچے بھی جیسا کہ حضرت امیر نجیب اللہ میں ارشاد فرماتے ہیں الیفاء تو اُم المصدق و قادری اور سچائی جڑواں بھائی ہیں۔

محبان اہلسنت کے لیے مجالس عن اکی نیا کتاب میں

برائے سونو خوانی { اشک غم - چوڑا منتخب سونو خوانی کے اُن مراثنی کا مجموعہ جس کا ہر سہرند ایک مرثیہ ہو قیمت ۱۲
سچاس سونو خوانی کے علوہ علوہ بے مثل حبیدہ مراثنی کا ہر نفع و محل کے مراثنی قیمت خاص رعایتی دو روپیہ بارہ
برائے تحت اللفظ { تہذیبہ ماتم میراثیں، وحیدہ - موتیں، رئیس - فہتیں ہستیں مرزا ادیب کے بیٹے کے قطعی مراثنی زر کشیہ صحت کر نیک
بعد منکا کر طبع کر ائے ہیں۔ قابل دید مجموعہ جس کے بعد ایک تحت اللفظ خواں بے نیاز ہو جاتا ہے تہذیبہ خاص رعایتی ۱۲
ضبر جمیل اور برق غم - مراثنی اور سلاؤں کی دونایاب کتب جن کی مقبولیت ہندوستان بھر میں عام ہو چکی ہو قیمت ہر دو جلد تین روپیہ
کارنامہ غم - گو ایک مختصر مراثنی کا مجموعہ ہو لیکن ہر مرثیہ انتخاب کر کے طبع کیا گیا ہو قیمت بھی سید کم رکھی گئی ہے یعنی صرف ۱۲
ماہ کامل - سلسلہ ارچوہ معصومین کے حالی میں چوہ وہ معرکہ الارامیہ جس میں رزم بزم اپنے معراج پر نظر آتا ہے قیمت ۱۲
تصویروفا - انصار سید امداد کے حالی میں مراثنی کو کوئی جلد ہندوستان بھر میں شاید انکے علاوہ نہ ملے جیسی جاں باز پر دانوں کا مرقع قیمت ۱۲
خوش نی { اوجع الاحزان - یہ مردانی مجالس کے لیے وہ مخصوص مستند اور جامع کتاب ہے جو قوارن کی قطعی محتاج نہیں قیمت فی جلد ۱۲
حدیث فی { قلم ماتم - مستورات کی مجالس کے لیے خصوصیت سے وہ بے مثل کتاب ہے جس کے بعد حدیث خوانی کی کسی دوسری کتاب کی توجہ نہیں رہی
معراج النشر - خدائے فن جناب فذہین صاحب شمار کی زندگی بھر کی محنت و ریاض کا سچوٹ مردانی مجالس کے لیے مخصوص نظم و نشر کے بے مثل مجالس قیمت ۱۲
سفینۃ الشہداء - ذمیر اکبروں کے پڑھنے کی نظم و نشر کی آسان عبارت میں مجالس کا دوسرا اور مقبول مجموعہ قیمت بھی مختصر یعنی صرف بارہ آنہ ۱۲
رباعیات محبوبہ رباعیات - اساتذہ کی منتخب آٹھ سو رباعیوں کا وہ مجموعہ جس کے بعد رباعیوں کی تلاش کم از کم ختم ہو جاتی ہے قیمت رعایتی ۱۲
معنی مشکور - ہر معصوم کے حال میں نونہل رباعیاں سلسلہ وار - کل چوڑا ستر رباعیوں کا بیٹل مجموعہ بہترین کاغذ کتابت و طباعت قیمت ۱۲
نہایت { بیاض شوکت ہر دو جلد - حضرت شوکت بلگرامی کے تبلیغی زہدات کو جو عظیم شان مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ ظاہر ہو قیمت ہر دو جلد
نوحہ جہا { تیر و نشر - اس بیاض کے نام سے ہی عیاں ہو کہ اس کے ہر نوحہ کا ہر مصرع قلوب کے لیے تیر و نشر ہے قیمت صرف دس آنہ ۱۲
سلام { صحیفہ الہام ختم پر ہے خدائے سخن حضرت محترمہ لکھنوی کے تازہ ترین اور بے مثل دلا جواب سلاسل کا مجموعہ کعبہ اللہ طبع ہو گیا اور
قیمت بارہ آنہ (۱۲)

دفتر ضیوی - جو حضرات بھالہ اخبار نفاذ ۸۸ محرم الحرام تاریخ مخصوصی الفضل ایس ایس ایچ آرڈر کر کتاب ارسال فرمادیں گے
ان کو دو آٹھ روپیہ رعایت دی جائے گی
یہ اور عمدہ کتب میلنے کا تہیہ

”منبر مطبع یوسفی دہلی“

امامیہ یتیم خانہ مجلس روضہ شیعہ جامع مسجد دہلی

ذریعہ سرپرستی علماء کرام و ذریعہ امداد شیعہ الصغار پراوٹن

شیعہ کانفرنس صوبہ دہلی

یہ یتیم خانہ عرصہ بارہ سال سے صوبہ دہلی میں جو کہ تمام ہندوستان کا مرکز ہے جاری ہے اس میں قوم کے یتیم بچے اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہو کر زبردستی عالم دین مش اولاد کے پرورش پا رہے ہیں اور دینی دنیوی تعلیم صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں آپ سے استدعا ہے کہ براہ کرم (۱) امدادی مستقل مہندہ ممبری (۲) نظریہ عید الفطر (۳) عقیدہ قربانی کی کتابیں (۴) امام فاضل (۵) فوت شدہ عزیزوں کی روح ایصال ثواب (۶) سنت لدائے قرضہ (۷) ناگمانی بلاؤں کے دور ہو جانے پر (۸) مریضوں کی شفا یابی پر (۹) مقدمات کی کامیابی پر (۱۰) جنازہ و اولاد کی منت اولاد (۱۱) جنس مذکورہ (۱۲) نذر دنیا و خوشی کے موقع وغیرہ کی رخصتات امامیہ یتیم خانہ میں ارسال کیں اور اپنے احباب کو بھی اس کی ترغیب بیکر ثواب دارین حاصل کریں یتیم خانہ ہذا نے امامیہ کالج پورہ انیسویں سے قائم کیا کہ وہ دینی کتب مثنویں کو سستی قیمت پر بیع کرے مندرجہ ذیل کتب اور خط و نیچے کتب متعلقہ پر پورے دہلی امامیہ کالج سے طلب فرما کر یتیم خانہ ہذا کو ہندو چھوٹے (۱) رسالہ تعلیمات نادر پنجگانہ (۲) اعمال اہل صفائے عین (۳) ذریعہ طبع (۴) رسالہ اعمال اہل صفور نوروز (ذریعہ طبع) خادم قوم: آغا غلام احمد ڈپٹی کلرک ریڈیٹروں و سرکاری محکمہ ریڈیٹروں و سرکاری محکمہ ریڈیٹروں

جب یا حسین کی ہر کوئی دل تپاتی ہے
ہر سال تحریک گھٹایاں گھر پر پاتی ہے
(فضل)

موج فرات

کی
دوسری جلد تیار ہوئی

موج فرات کی دوسری جلد جس میں حسینی شاعر جناب فضل لکھنوی کے جذبات عقیدت میں ڈوبے ہوئے اس سال کے نئے نئے شائع ہو گئے اگر آپ نے اس وقت تک آرڈر نہیں بھیجا ہے تو آج ہی سگلا لیجئے ورنہ ممکن ہے کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہے۔

موج فرات جلد اول کا تیسرا ایڈیشن کا خطا کرنا ہو۔ قیمت عہد (علاوہ محصول) لینے کا ہے۔ نیچر نظارہ کتب پو لکھنؤ

اطباء بارشاپان بکھنوں کی ہر مرض کی خاندانی مجربات ادویات میٹینٹ تجربہ شدہ ۲۰۰ سال

فہرست ادویہ دواخانہ ازراہ قومی و مذہبی ہمدردی مفت طلب فرمائیے

عمر اسلاف شہنشاہوں میں ساری گزری اب چھٹی پشت طبابت میں ہماری گزری
اگر کوئی دوا فوراً فائدہ نہ کرے گی تو صحت ادویات کا قیمت صرف کپنگ مزدوری تیاری دوا پر مفت روانہ ہوگی اگر مرض
لا علاج ہو جائے گا قیمت دوا عطیہ واپس ہوگی فروختگی ادویات کا منافع خالص قومی و مذہبی کاموں میں روانہ ہوگا جو افراط
کے ہر ایک ڈاک ضرور کے فرائضوں کی تعمیل پذیر رہے وی۔ پی ہوگی مرض کا مشرح حال تحریر فرمائیے کہ ڈر میڈ والہ اخبار
ہر مرض کی دوا ہر موسم میں نفع دیتی ہے۔

سفوف قاتل جریان و دھات { اپنے دم کو آدمی ہر دم غنیمت جان لے خاک کا پھر ڈھیر ہے بوجہ فاقہ بھی نہیں اس کا استعمال
اقدام، سروت انزال مادہ تولید، رقت تولید، خون کا نہ ہونا کی با، انقطاع نسل کی اشتہار منق
دل و دماغ کا کمزوری اور درد کہ ہاتھ کی پھیلیوں پاؤں کی تلووں کی جلن، مزد و غصہ تنہائی پسندی دل کی دھڑکن کی بے صارت قبل و بعد
پیشاب و بوس و کنار جو سپیدی مائل بلیساں ہڈیاں رس رس کر آتی ہیں ان تمام شکایتوں کو رفع کر دیتا ہے تمام اعضائے جسم
تخوشنا خوبصورت ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر ہرگز یہ مرض نہیں ہوتا قیمت دور و پیروا کے ہر خوراک ۷ یوم۔

سفوف قاتل سيلان الرحم و پر سوت { اس موذی و خطرناک مرض میں قریباً تمام مستورات شادی شدہ ہر عمر کی ضرور مبتلا ہیں
جریان میں کیلے باسٹھائے چند امورات کے جو مردوں سے متعلق ہیں وہی شکایتیں بلکہ ان سے بہت زیادہ مستورات مبتلائے اہرنا
کو ہوتی ہیں بیقاعدگی ایام ماہواری اور اکثر انقطاع نسل ہو جاتی ہے فوجان اور جوان مستورات مبتلائے مرض قبل از وقت ضعیف
ہو جاتی ہیں اس مرض کی وجہ سے مستورات اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہیں یہ سفوف تمام شکایتوں کو شرطیہ دفع کر دیتا ہے
پھر یہ مرض تمام عمر ان کو ہرگز نہیں ہوتا تمام اعضا و جسم بہت ہی خوبصورت اور خوشنما ہو جاتے ہیں اور ہر پیشہ و کار کے لئے بہت فائدہ مند
شوخی و شہرت زائل شدہ دوبارہ آجاتی ہے اس میں شک و شبہ نہیں ہے یہ ہماری خاندانی دوا سال کا مجموعہ ایجاد ہے قیمت خوراک ۷ یوم کا محصور خاک
نویس: اگر امراض جریان سيلان الرحم و پر سوت عرصہ تین سال سے ہیں تو یہ خوراک سے اگر پانچ سال سے ہیں تو یہ خوراک سے اگر پانچ سال سے
تو ان میں تو یہ خوراک سے آرام ہوگا چھ مدت سے یہ امراض ہوں اسی حساب سے یہ سفوف طلب کے جائیں ورنہ آرام نہ ہوگا۔

اکسیر طار مخصوص { کوجہ افغانہ جریان سوزاک کثرت مباشرت وغیرہ اگر عضو تناسل میں کبھی لڑی بڑی لڑی ہوئی بہت انزال اللہ جریان کی زیادہ شکایتیں
قوت مدوی بھی مٹانے ہو چکے ہیں اور آپ طبی مایوس علاج ہو چکے ہیں تو اس علاج کا آپ ضرور اور طلب امتحال کریں ایک نعدا اثر ہوگا اور پھر بہت آگے چل کر یہ فوٹا اثر باہر
کے اثر کا ہے اور وقت باہر میں روز افزون اس قدر ترقی ہو جاتی ہے کہ اور پھر تازہ زیت ان امراض کی شکایتیں گزرتی ہیں ہرگز ہرگز مدد کیلئے نہیں ہے بلکہ یہ سفوف سے یہ سفوف سے
ترکیب بہت حال بھی آسان ہے اس علاج کے عجب اور نعدا اثر ہونے میں شک و شبہ کا فائدہ مل نہیں ہے۔ قیمت محصور ڈاک آٹھ روپیہ بارہ آنے۔

خادم قوم۔ ڈاکٹر طبیب لائق حکیم سید مجتبیٰ حسین رضوی بیروغہ اعلیٰ صاحب بکھنوں طبیب مبار شاہی و شیعہ دارانی شہان اور وہ مقام نہیں ملے مراد آباد
ملو۔ پی دواخانہ ہمار میٹینٹ

۱۳ سو برس بعد

اسلامی نزاعات کا فیصلہ

ایک فاضل حج کے قلم سے

اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کتاب الکلی لایع الملبین ضرور مطالعہ فرمائیے

نوشتہ آغا محمد سلطان صاحب ایم اے ال بی بی سی میں (ریٹائرڈ) ڈسٹرکٹ ویشن جج (پنجاب) بالقباب

یہ کتاب سیاست اسلامی اور سیاست جمہوری کا بخیر اور زبردست معاشرت بشمار تاریخی کتاب کا مجموعہ ہے جسے ویلیم قانونی ان مصنف جدید قدیم علوم انسانیات کے ماہر حدود و غیر جنبہ دار اور اضافات بشمول کے مالک ہیں۔ موصوف نے گہری نظر سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گو باخدا نے ان کو اسی لئے خلق کیا کہ جو ہزاروں قانونی اور واقعاتی مسائل کو حل کر کے دلوں میں ہمہ پہونچا جس سے ایک ایسی کتاب نکلیں۔ اکثر لوگ یہ جوتے ہیں جو مختلف علوم کے عالم ہوتے ہیں لیکن انظار مطالب پر نہ تو قدرت رکھتے ہیں نہ سلیقہ۔ بعض کس سلیقہ سے کتاب کو علم محدود بعض میں مذہبی حرارت کا بارہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ وہ کسی مضمون یا کتاب کو بے وفات کا میابی اور اثر پیدا کرنے کو قبول جاتے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں انظار خیال کا سلیقہ اور معلومات کا ذخیرہ اس جامعیت سے نمودار ہے کہ اپنے عنوان میں ایک کام باب کتاب ہی استدلال کے سلسلے میں صدہا واقعات نقل قصہ فطرس، قضیہ ذک و تقریر جانشین رسول وغیرہ وغیرہ کے حل کرنے میں ویلیم مصنف نے نہ صرف ایک کوشش کا بار بار ادا کیا ہے۔ بلکہ..... دنیا کے قانون والی صورت کی روشنی میں پرودہ کی چھٹی ہوئی باریکیوں کو لا کر..... اس طرح بے نقاب کر دیا ہے..... جس طرح ایک غیر جنبہ دار..... اور بزرگ کا فیصلہ ہونا چاہیے۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں چند سوالات و شبہات پیدا ہوتے ہیں..... یعنی..... پیغمبر اسلام نے اپنا جانشین مقرر کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس کو؟..... نہیں کیا تو کیوں؟..... حکومت آنحضرت کی نبوت کا جزو بھی یا نہیں؟..... آنحضرت نے جو کچھ فرمایا اس میں کس طرح کی حکومت قائم کی تھی؟ اس حکومت کے اصول و قوانین کے مطابق پیغمبر اسلام کا جانشین مقرر کرنا یعنی تعیین خلافت رسول کا فرض تھا یا امت کا حق؟..... حکومت کے دو اقسام حکومت الہیہ و حکومت فرعونیہ ہر ایک قسم کی حکومت کے حصول و انتظام و مدد کے لئے مختلف سیاست کی ضرورت، دونوں کا مصنف نے اس کتاب میں اہل حدیث کا وہ اسلامی حکومت الہیہ میں نہ چھوڑتے ہیں نہ کہ کثیر شبہ حکومت الہیہ کا نقشہ۔ اس کے لئے کسے حکمرانوں کی ضرورت ہے..... وغیرہ وغیرہ یہ سب نہایت اہم تاریخی سوالات و تخیلات ہیں جن کو فاضل مصنف نے نہایت خوبی سے حل کیا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے میں کتب و استدلال کی بنا ۲۵ کتب متبرہ سے مع حوالہ صفی و مطروط و طبع کی گئی ہے۔ جسکی فہرست اہل کتاب میں شامل ہے۔ جن میں سے چند کتب کے نام لکھے جاتے ہیں..... صحیح بخاری - صحیح ترمذی - صحیح مسلم - سنن ابی داؤد - سنن ابن ماجہ - سنن نسائی - موطا - فتح الباری - شرح صحیح بخاری - ارشاد انصاری - شرح صحیح بخاری - الکواکب الدری شرح صحیح بخاری - مشکوٰۃ المصابیح - مرقاۃ المفاتیح - کاشف الخفا - اسرار رجال مشکوٰۃ - شرح صحیح مسلم..... وغیرہ وغیرہ (یہ کتاب اس قابل ہے کہ خود دیکھئے اور خستہ آباد حق کو دکھائے) اسکے علاوہ ۲۰۶ صفحہ کاغذ ۹۴ صفحات حجم

ساز ۲۶+۲۰ غلاف سفید کاغذ ۹۴ صفحات حجم قیمت غیر غلاف منبر اول ۱۰۰ منبر دوم ۵۰ (علاوہ محصول)

ملکی کابینہ نظامی پریس بک کمپنی لکھنؤ آہنی بھاٹک نظامی جنتری ۱۹۲۵ء چھپائی ہے

فہرست کتب نظامی پریس بک کمپنی تیارے طلب فرمائیے۔

قائم شدہ ۱۹۲۹ء

یوپی یونین بینک لمیٹڈ

شاخیں

آگرہ۔ علی پور۔ بلرامپور۔ بستی۔ بڑھنی بازار۔ گوندہ۔ کرنیل گنج
ڈومریا گنج۔ نواب گنج۔ فیض آباد۔ کانپور۔ جالس۔ محمود آباد۔
جروں۔ لکھنؤ سٹی۔ بارہ بنکی۔ منکاپور۔ اتروہ سٹی۔
ہیڈ آفس :- کچہری روڈ اتروہ

ایجنسیز :- کلکتہ۔ بمبئی۔ کراچی۔ لاہور۔ بیونس۔ بلس۔ ہنڈی
ڈرافٹ۔ کرنٹ اکاؤنٹ۔ سیونگ بینک۔ فلکڈ پاڑٹ مختلف مدت
معقول شرح سود پر اور مناسب دیگر کام کمیشن کے ساتھ کئے جاتے ہیں
ونیز ہر بینک کی خدمت کی انجام دہی کیلئے اصولی پابندی کے ساتھ
آپ کا بینک موجود ہے۔ ← (جنرل منیجر)

